بیاد

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

الحق

ماھنامہ

ذیقعد ۱۴۲۲ھ جنوری ۲۰۰۲ء

مدیر مسئول
مولانا سمیع الحق

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی طرف سے ایک عظیم علمی و تحقیقی کاوش

فتاوٰی حقانیہ

فتاویٰ اور فقہ کی دنیا میں ایک مبارک اور دلاویز اضافہ یعنی جامعہ دارالعلوم حقانیہ کا فتاویٰ جو کہ ہزاروں مسائل، فقہی جزئیات، علمی تحقیقات اور دیگر بے شمار خصائص و نوادرات پر مشتمل ہے۔ جس کا برسوں سے انتظار کیا جارہا تھا اور علمأ ومفتیان کرام دانشور حضرات اور طلبأ اس کیلئے چشم براہ تھے

شائع ہو چکا ہے

قیمت : -/2100 روپے عام رعایت: 45%

طلبأ، علمأ کیلئے خصوصی رعایت

جلد اول عقائد وفرق

جلد دوم اجتہاد، بدعت، علم، تفسیر وحدیث، سلوک، سیاست، کراھیۃ واباحۃ اور طہارت

جلد سوم صلوۃ وزکوۃ

جلد چہارم زکوۃ، صوم، حج، نکاح اور طلاق

جلد پنجم نفقات ایمان ونذر، وقف، حدود، تعزیرات، اشربۃ، قصاص ودیۃ، جہاد، قضاء، شہادۃ قسمہ واکراہ

جلد ششم بیوع، ربا، رھن، اجارہ، شرکۃ، مضاربۃ، وکالۃ، حوالہ، ھبۃ، غصب، احیاء الموات، مزارعۃ، ذبائح، اضحیۃ، وصیت اور فرائض

خصوصیات

اس فتاویٰ میں سوالات کے جوابات پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ ہر جواب کیساتھ کتب احادیث، تفاسیر اور معتمد فقہی ذخائر سے حوالہ جات بھی درج ہیں۔ قدیم وجدید مسائل اوران کے جوابات، عصر حاضر کے ایسے جدید مسائل جو کہ معرکۃ الاراء ہیں اور ساتھ ساتھ نئی سائنسی تحقیقات، ٹیکنالوجی اور انٹرنیٹ وکمپیوٹر وغیرہ سے جو نئے مسائل پیدا ہوئے ہیں اس کے متعلق بھی انتہائی معلومات افزاء مواد اس میں شامل ہیں۔

ناشر : جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ
الحق
اکوڑہ خٹک

جلد نمبر ---- 37
شمارہ نمبر ---- 4
ذیقعد ۱۴۲۲ھ
جنوری ۲۰۰۲ء

مدیر اعلیٰ	نگران	مدیر
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ	حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ	حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز : دنیا پر امریکی تسلط کا خواب اور عروج و زوال کا ابدی قانون ۔ فلسطینی مجاہدہ کا
قابل فخر کارنامہ .... راشد الحق سمیع ۲
اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال (درس ترمذی) .... مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ ۶
سائنسی علوم اور قرآن کا نظریہ علم ....(قسط ۲) .... مولانا محمد شہاب الدین ندوی ۱۶
فرقہ وارانہ ہم آہنگی میں دینی صحافت کا کردار .... ڈاکٹر محمد افتخار کھوکھر ۲۵
اکیسویں صدی کے تقاضے اور پاکستان .... پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر ۳۶
قانون توہین عدالت کا شرعی تجزیہ .... مولانا ذاکر حسن نعمانی ۴۵
احرام باندھنے کا طریقہ .... مفتی عبدالرؤف سکھروی ۵۱
پروفیسر افضل رضا مرحوم (ایک تعارف) .... پروفیسر محمد عرفان خٹک ۵۵
افکار و تاثرات مولانا محمد عیسیٰ منصوری، مولانا قاضی عبدالکریم .... ادارہ ۵۷

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان ۔ فون نمبر : 630435 , 630340 -(0923)
ای میل نمبر: E Mail : haqqania@nsr.pol.com.pk Or haqqania@hotmail.com
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ =/20 روپے سالانہ =/200 روپے بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

نقش آغاز راشد الحق سمیع حقانی

دنیا پر امریکی تسلط کا خواب
اور عروج وزوال کا ابدی قانون

امریکی مظالم اور دہشت گردی سے نہ صرف عالم اسلام بلکہ ان دنوں کرہ ارض کا چپہ چپہ سوزاں و پریشاں ہے امریکہ نے تمام اخلاقی اور انسانی حدود کو پامال کر کے بزعمِ خود کبریائی کا اعلان کر دیا ہے اور دنیا بھر کی اقوام وملل کو طاقت و جبر کے ڈنڈے سے ہانک رہا ہے اور اس نے بھی انا ربکم الاعلیٰ کا جھوٹا دعویٰ کر دیا ہے۔ اسی لئے کسی کے نیست و نابود ہونے کے فرمان جاری ہو رہے ہیں تو کسی کو پتھر کے زمانے میں پھینکنے کی دھمکیاں دی جارہی ہیں تو کسی سے زندہ اور آزاد رہنے کا حق چھینا جا رہا ہے اور کسی پر اقتصادی پابندیاں لاگو کر رہا ہے تو کسی پر فوجی۔ آج موجودہ بدقسمت عہد میں صرف ایک امریکی قوم کے مفادات و سیاست اور خواہشات کے لئے اقوام عالم کے نظامہائے مختلف، مذاہب اور ملکی دساتیر و قوانین اور اصولوں کو پامال کیا جارہا ہے۔ ظهر الفساد فى البر و البحر (الاية)

عالمی استعماری قوت امریکہ آج افراد، اقوام، اداروں اور ملکوں کا وقار وناموس اور انسانی و اخلاقی اقدار کو نیلام کر رہا ہے اور ساری دنیا اس کے پنجہء استبداد میں مقید ہے۔ طاقت کا اندھا قانون شرافت اور انسانیت کو کچلتا ہوا بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ شرق وغرب اور دنیا کے تمام اطراف و اکناف بے حس ہو چکے ہیں اور خصوصاً عالم اسلام تو مٹی کا ایک ڈھیر بن چکا ہے جسے امریکہ سمیت ہر کوئی آسانی کے ساتھ ٹھوکروں سے روند رہا ہے۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

اگر ماضی میں عالم اسلام کے لئے کبھی فتنہ تاتار امتحان تھا، تو عصرِ حاضر میں امریکہ مسلمانانِ عالم کے وبال جان اور دوسرا فتنہء تاتار بن چکا ہے۔ آج اس کے قہر وغضب اور مشق ستم کا خصوصی نشانہ اسلام اور مسلمان ہیں۔ جسے یہ حرفِ غلط کی طرح مٹانا چاہتا ہے۔ یوں تو اس کی اسلام دشمنی کی تاریخ بہت پرانی ہے لیکن ابھی حال ہی میں سرزمین افغانستان پر جو قیامت ڈھائی گئی ہے اس کی شدت اور درندگی کے نشانات بھی تا قیامت باقی رہیں گے۔ افغانستان کے ہڑپ کئے جانے کے بعد پاکستان بھی بغیر کسی مزاحمت و انکار کے اس کی استعماری کالونی بن چکا ہے۔ ایران وعراق، صومالیہ اور فلپائنی مسلمانوں کو بھی شکار کرنے کے لئے تانہ بانہ بن چکا ہے اور اب صرف انہیں خاکستر کرنے کے لئے خس و خاشاک کا انتظام کیا جارہا ہے۔ ایک ایک کر کے تمام اسلامی ممالک کو اپنی طاقت و مفادات کی قربان گاہ پر

چڑھایا جارہا ہے۔

گزشتہ صدی میں عالم اسلام نے برطانیہ اور فرانس کے استعمار سے بڑی جدو جہد کے بعد آزادی حاصل کرلی تھی تو اب نئی صدی میں یہ دوبارہ عالمی استعمار امریکہ کی زَد میں آچکا ہے اور ہر کوئی یہ جان رہا ہے کہ کل اس کی باری ہے لیکن کیا مجال کسی سمت سے کوئی صدائے حق' کوئی قلندرانہ احتجاج اور کسی جرأت رندانہ کا مظاہرہ کیا جارہا ہو۔ جمود و خوف اور شکست و بزدلی کا ایک بھیانک سناٹا ہے جو عالم اسلام پر چھایا جارہا ہے اور ظلم و عدوان کا ایک ایسا سیاہ طوفاں برپا ہے جس نے سب کی آنکھوں کو اندھا بنادیا ہے۔ الغرض پچپن اسلامی ممالک بھیڑوں کا ایسا ریوڑ بن چکا ہے جسے امریکی ظالم درندہ ایک ایک کرکے بھنبھوڑ رہا ہے لیکن اس کی خونی پیاس بڑھتی ہی چلی جارہی ہے اور اس کے ناخنوں اور جبڑوں میں تیزی پیدا ہوتی جارہی ہے۔ اگر یہی بزدلانہ اور خودغرضانہ رَوش جاری رہی تو شاید خاکم بدہن شام ڈھلے تک پورے کا پورا ریوڑ ہڑپ کیا جاچکا ہوگا۔

دوسری جانب کیوبا کے جزیرے پر امریکی فوجی کیمپ میں آج انسانی حقوق کا ''علمبردار'' اور جمہوریت کا ''چیمپئن'' جو کچھ معصوم مسلمان قیدیوں کے ساتھ برت رہا ہے اس پر یقیناً عصرِ حاضر بھی شرمندہ ہوگا۔ آسماں بھی خجالت محسوس کررہا ہوگا تاریخ بھی اپنا منہ چھپاتی پھر رہی ہوگی اور زمین بھی مارے شرم کے دھنستی چلی جارہی ہوگی۔ لیکن امریکہ کو اس وحشیانہ اور ظلم پر کوئی شرم' کوئی ندامت اور کوئی افسوس نہیں۔

ع شرم تم کو مگر نہیں آتی

دوسری طرف پوری دنیا اس بربریت اور ظلم پر لرز رہی ہے' تنقید و احتجاج اور اختلاف سے آسمان پھٹا جارہا ہے اور خود امریکی عوام اور ادارے دہائی دے رہے ہیں کہ یہ ظلم کا سلسلہ بند کیا جائے لیکن امریکہ مظالم کی دنیا میں نازیوں' چنگیزیوں' تاتاریوں اور دیگر ظالم اقوام کی صف میں اپنا نام اونچا کرنا چاہتا ہے اور اسے کسی سے کوئی خوف اور ڈر بھی محسوس نہیں ہورہا۔

لیکن کیا امریکہ کو یہ قوت' طاقت' تکبر و غرور اور زیروزبر کرنے کی صلاحیت ہمیشہ حاصل رہے گی؟ اور کیا وہ پوری دنیا پر ہمیشہ حکمرانی کرسکے گا؟ کیا زوال و شکست کا ابدی قانون معطل ہوگیا ہے؟ کیا تاریخ کا پہیہ جام ہوچکا ہے؟ اور کیا مکافاتِ عمل کا سلسلہ رک گیا ہے؟ کیا انتقام کا شرارہ بجھ چکا ہے؟ اور کیا دست قدرت کی طاقت العیاذ باللہ شل ہوگئی ہے؟ اور کیا عدل و انصاف کا ترازو ٹوٹ چکا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں۔ بس ظلم کی رات بہت بیت چکی' زخموں سے خون بہت بہہ چکا' آنکھوں سے آنسو بہت گر چکے' دلوں سے دھواں بہت اٹھ چکا۔ اب اصل قدرت اور طاقت والی ذات کا انتقام شروع ہونے کو ہے۔ یہ تاریخ کا وطیرہ ہی نہیں ہے اور یہ قدرت کا قانون ہی نہیں کہ ہمیشہ طاقت اور عروج کسی ایک قوم کو حاصل ہو۔ تلک الایام نداولها بین الناس (الآیۃ)

اسی قدیم سرزمین اور بوڑھے آسماں نے سکندرِ اعظم کا عروج بھی دیکھا اور زوال بھی' عاد و ثمود کی بلند ہمتی

اور ہنر مندی بھی اور ان کے محلات اور کھنڈرات بھی' فراعینہ کی طاقت وحکومت بھی دیکھی اور ان کی بے بسی بھی' تاتاریوں کی حیرت انگیز کامیابیاں بھی دیکھیں اور ان کا حشر بھی' آتش پرستوں (اہل فارس) کا طنطنہ بھی دیکھا اور بکھر جانا بھی' رومیوں کا لازوال اقتدار بھی دیکھا اور ذلت اور رسوائی بھی' انگریزوں اور روسیوں کے پائے تخت کی وسعت بھی دیکھی اور ان کا سکڑنا بھی اور نازیوں کی محیر العقول فتح بھی دیکھی اور عبرت انگیز شکست بھی۔ جھوٹی خدائی اور ابدی طاقت وحشمت کے سارے دعویدار اپنی اپنی باری کر کے فنا کی بھینٹ چڑھ گئے۔ امریکی دیو استبداد کے یہ منحوس سائے اور اقتدار کا یہ بجھتا سورج بھی انشاء اللہ غروب ہو کے رہے گا۔ طاقت کی شدت اور نشے کی زیادتی جب حد سے بڑھ جاتی ہے تو اسی وقت کوئی نہ کوئی حادثہ ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اب دیکھئے کہ اس کا انجام کتنا قریب اور خطرناک ہوگا۔ کیونکہ ان بطش ربک لشدید۔ المختصر حاکم حقیقی اور ابدی تو خدائے لم یزل ہی ہیں۔ قوموں کے عروج وزوال کی داستانوں سے لبریز کتاب اللہ ان مشکل حالات میں ہماری رہنمائی فرماتی ہے کہ:

ولقد نجینا بنی اسرائیل من العذاب المھین من فرعون انہ کان عالیاً من المسرفین۔

فلسطینی مجاہدہ کا قابل فخر کارنامہ

یہ کلی بھی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی
ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی

یوں تو عالم اسلام کی تاریخ سرفروشی' جاں سپاری' بہادری اور شجاعت کی رنگین داستانوں سے لبریز ہے لیکن گزشتہ ہفتے مقبوضہ بیت المقدس میں ایک فلسطینی ستائیس سالہ مجاہدہ ''وفا ایدریس'' نے اپنے جسم کے ساتھ انتہائی خطرناک اور وزنی بم باندھ کر سو سے زائد یہودیوں کو انتہائی زخمی اور دو کو ہلاک کر دیا۔ اور اس نے وفاشعاری اور جرأت وایثار کی ایسی داستان اپنے خون کی سرخی سے رقم کی کہ اس پر پورا عالم اسلام اور بالخصوص مسلم خواتین کے سر فخر سے بلند ہو گئے ہیں اور ہم جو عالم اسلام کے ناگفتہ بہ حالات سے کچھ ناامید اور بددل سے ہو گئے تھے اور امت مرحومہ کی خاکستر پر مرثیہ خوانی کر رہے تھے کہ اچانک ہی اسی خاکستر سے ایسی چنگاری شعلہ جوالا بن کر بھڑکی کہ ظالم وطاقتور دشمن اسرائیل کا غرور اور تکبر جلا کر راکھ کر ڈالا اور اس نے عالم کفر کو یہ پیغام دیا کہ ابھی عالم اسلام میں ایسی بہادر مائیں زندہ ہیں جو حضرت سمیہؓ' حضرت خولہؓ بنت ازور' حضرت ہندہؓ حضرت ام حکیمؓ حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ فاطمہ بنت عبداللہ اور لیلیٰ خالد کے نقش قدم پر چلنے والی بہادر بیٹیاں پیدا کر سکتی ہیں۔ ہماری بہادر بہن نے بھی اسلام اور شمع آزادی پر

مَر مٹنے والے پروانوں میں اپنا نام روشن اور نمایاں طور لکھوادیا۔ وفا شہید نے اپنی شہادت سے دنیا کو یہ پیغام بھی دیا کہ امریکہ' اسرائیل اور عالم کفر لاکھ چاہیں لیکن وہ مسلمانوں کے دلوں سے جذبہ جہاد' شوقِ شہادت اور حصول منزل سے وارفتگی نہیں مٹا سکتے اور یہ کہ پچاس سال سے زائد فلسطینیوں کی جدوجہد آزادی ابھی ٹھنڈی نہیں پڑی اور اس میں خواتین بھی مردوں کے شانہ بشانہ لڑنے کیلئے تیار ہیں۔ اسی طرح اس نے عیش وعشرت میں ڈوبے ہوئے عالم اسلام اور خصوصاً عربوں کو خولہؓ بنتِ ازورؓ کا وہ غیرت دلانے والا خطبہ یاد دلایا جب حضرت خولہؓ نے محصور مسلم خواتین کے اجتماع سے فرمایا کہ ''اے حمیر کی بیٹیو! اور اے قبیلہ تبع کی یادگارو! کیا تم اس پر راضی ہو کہ رومی کفار بے دین تم کو لونڈیاں بنائیں' کہاں گئی تمہاری شجاعت اور کیا ہوئی تمہاری وہ غیرت جس کا ذکر عربی مجلسوں میں ہوا کرتا تھا۔ افسوس میں تمہیں غیرت سے علیحدہ اور شجاعت وحمیت سے خالی پارہی ہوں۔ اس آنے والی مصیبت سے تو تمہاری موت بدرجہا افضل ہے۔'' اے کاش! کہ اس خطاب اور کارنامے سے آج مسلم خوابیدہ بھی خوابِ غفلت اور نغمہ طرب کی سرمستی سے ہوش میں آئے اور اے کاش! کہ وہ بھی وفا کے مشن آزادیء بیت المقدس کے ساتھ وفاداری اور جانثاری کا اعلان کرے۔

صنفِ شاعری سے بیگانہ اپنا قلم اپنی بہادر اور عظیم بہن شہید کو شاعر اسلام حضرت علامہ اقبالؒ کی یہ نظم بطور خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہے۔ جو حضرت علامہؒ نے طرابلس کی جنگ میں غازیوں کو پانی پلاتے ہوئے شہید ہونے والی لڑکی کے نام لکھی تھی۔ یقیناً وفا شہید کا کارنامہ تو اُس سے بھی بڑھ کر ہے۔

فاطمہ! تو آبروئے امتِ مرحوم ہے
ذرہ ذرہ تیری مشت خاک کا معصوم ہے
یہ سعادت حورِ صحرائی تری قسمت میں تھی
غازیانِ دیں کی سقائی تری قسمت میں تھی!
یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ وسپر
ہے جسارت آفریں شوقِ شہادت کس قدر
یہ کلی بھی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی
ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی
اپنے صحرا میں بہت آہو ابھی پوشیدہ ہیں
بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں
فاطمہ! گو شبنم افشاں آنکھ تیرے غم میں ہے
نغمہء عشرت بھی اپنے نالہء ماتم میں ہے
رقص تیری خاک کا کتنا نشاط انگیز ہے
ذرہ ذرہ زندگی کے سوز سے لبریز ہے
ہے کوئی ہنگامہ تیری تربتِ خاموش میں
پل رہی ہے ایک قومِ تازہ اس آغوش میں
بے خبر ہوں گرچہ ان کی وسعت مقصد سے میں
آفرینش دیکھتا ہوں ان کی اس مرقد سے میں
تازہ انجم کا فضائے آسمان میں ہے ظہور
دیدۂ انسان سے نامحرم ہے جن کی موجِ نور
جو ابھی ابھرے ہیں ظلمت خانہ ایام سے
جن کی ضو نا آشنا ہے قید صبح و شام سے
جن کی تابانی میں اندازِ کہن بھی نو بھی ہے
اور تیرے کوکب تقدیر کا پرتو بھی ہے

(بانگ درا)

درس ترمذی شریف

افادیت: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی
ضبط و ترتیب: مولانا مفتی مختار اللہ حقانی

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال

ابواب البر والصلة

والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن وسلوک اور صلہ رحمی

باب الفضل فی رضا الوالدین

والدین کی خوشنودی کی فضیلت

حدثنا ابن ابی عمر ' حدثنا سفیان عن عطا بن السائب عن ابی عبدالرحمان السلمی عن ابی الدرداء قال ان رجلا اتاه فقال ان لی امرة وان امی تامرنی بطلاقها فقال ابو الدرداء : سمعت رسول الله ﷺ یقول الوالد اوسط ابواب الجنة فان شئت فاضع ذلک الباب او احفظه ' وربما قال سفیان ان امی و ربما قال ابی۔

ھذا حدیث صحیح۔ و ابو عبدالرحمان السلمی اسمه عبدالله بن حبیب۔

ترجمہ: ہمیں ابن عمر نے روایت کی انہوں نے سفیان سے انہوں نے عطاء بن السائب سے انہوں نے ابو عبدالرحمان السلمی سے انہوں نے حضرت ابوالدرداء سے' راوی کہتا ہے کہ ایک آدمی انکی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری ایک بیوی ہے جس کے بارے میں میری والدہ مجھے حکم دیتی ہیں کہ میں اس کو طلاق دے دوں۔ تو حضرت ابوالدرداء نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے وہ فرمار ہے تھے کہ باپ جنت کا درمیانی دروازہ ہے اگر تم چاہو تو اسے گنوا بیٹھو اور چاہو اس کا لحاظ رکھو اور اس کی حفاظت کرو۔ سفیان نے کبھی کہا کہ میری ماں' اور کبھی کہا کہ میرا باپ۔

یہ حدیث صحیح ہے۔ ابوعبدالرحمان السلمی کا نام عبداللہ بن حبیب ہے۔

حدثنا ابو حفص عمرو بن علی ' حدثنا خالد بن الحارث عن شعبة عن یعلیٰ ابن عطاء عن ابیه عن عبدالله بن عمرو عن النبی ﷺ قال: رضا الرب فی رضا الوالد وسخط الرب فی سخط الوالد۔

ترجمہ: ہمیں ابو حفص عمرو بن علی نے روایت کی' انہوں نے خالد بن الحارث سے' انہوں نے شعبہ سے' انہوں نے یعلیٰ بن عطاء سے' انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے عبداللہ بن عمرؓ سے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ پروردگار کی خوشنودی اور رضا والد کی خوشنودی اور رضا میں ہے اور پروردگار کی ناراضگی اور سخط والد کی ناراضگی اور سخط میں ہے۔

حدثنا محمد بن بشار ' حدثنا محمد بن جعفر ' حدثنا شعبة عن يعلى بن عطاء عن ابيه عن عبدالله بن عمرو نحوه ولم يرفعه ' هذا اصح وهكذا روى اصحاب شعبة عن شعبة عن يعلى عن ابيه عن عبدالله بن عمرو موقوفاً ولا نعلم احداً رفعه غير خالد بن الحارث عن شعبة وخالد بن الحارث ثقة مامون' سمعت محمد بن المثنى يقول : مارأيت بالبصرة مثل خالد بن الحارث ولابالكوفة مثل عبدالله بن ادريس وفي الباب عن ابن مسعودؓ

ترجمہ: ہمیں محمد بن بشار نے روایت کی' انہوں نے محمد بن جعفر سے انہوں نے شعبہ سے' انہوں نے یعلیٰ بن عطاء سے انہوں نے اپنے باپ سے' انہوں نے عبداللہ بن عمروؓ سے اسی طرح نقل کیا ہے لیکن اس روایت کو انہوں نے مرفوع ذکر نہیں کیا' یہ زیادہ صحیح ہے' اسی طرح شعبہ کے تلامذہ نے ان سے اور انہوں نے یعلیٰ سے انہوں نے اپنے باپ سے' انہوں نے عبداللہ بن عمروؓ سے موقوفاً روایت کی ہے' اور ہم نہیں جانتے کہ خالد بن الحارث کے علاوہ کسی دوسرے شاگرد نے شعبہ سے مرفوعاً حدیث روایت کی ہو' اور خالد بن الحارث ثقہ اور مامون ہے۔ میں نے محمد بن المثنیٰ سے سنا ہے وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے بصرہ میں خالد بن الحارث اور کوفہ میں عبداللہ بن ادریس جیسا کسی کو نہیں دیکھا اس باب میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی روایت مروی ہے۔

تشریح:

امام ترمذیؒ اس باب میں والدین کے ساتھ احسان' حسن سلوک اور نیکی کرنے کی اہمیت کو واضح کرنا چاہتے ہیں اور اس کے مثبت پہلو کو بیان کر رہے ہیں کہ والدین کو راضی رکھنا کتنی فضیلت اور اجر و ثواب کا باعث ہے۔

حضرت ابوالدرداءؓ کے پاس ایک آدمی آیا اور آپؓ سے عرض کرنے لگا کہ میری ایک بیوی ہے' میری والدہ مجھے اس بات کا حکم دیتی ہے کہ میں اس کو طلاق دے دوں' میری والدہ کو اپنی بہو پسند نہیں (ساس اور بہو کی رسہ کشی ہر دور میں چلی آ رہی ہے اور انکے اختلافات تقریباً ہر جگہ ہوتے رہتے ہیں) میں اس معاملہ میں آپؓ سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں مجھے صحیح مشورہ اور شریعت کا حکم بیان فرمائیں۔ تو حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا' سوچ لو میں نے تو رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ باپ جنت کا درمیانی دروازہ ہے۔ چاہے اس کو اختیار کر کے جنت میں داخل ہو جاؤ یا اسکو ترک کر کے جہنم میں داخل ہو جاؤ۔ لہذا اگر آپکی والدہ کا مطالبہ صحیح ہے اور وہ کوئی صریح زیادتی نہ کرتی ہو اور آپ اپنی منکوحہ میں وہ

عیوب دیکھتے ہوں جسکی بنا پر تمہاری والدہ ناراض ہے تو پھر اپنی والدہ کی بات مان کر اس کو طلاق دے دو۔

اوسط ابواب الجنۃ:

اوسط کے معنی ہے درمیان کے۔ یہاں مراد اختصار ہے کہ جنت کا آسان اور مختصر ترین راستہ والد کی رضا ہے اس کے ساتھ حسن سلوک ہے۔ رسول کریم ﷺ کا مقصد یہ ہے کہ اگر تم اس راستے کو استعمال کرو گے تو جنت تک جلد رسائی ہوگی۔ اور اگر اس کو ضائع کرو گے تو پھر جنت سے محروم رہ جاؤ گے۔ اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ الجنۃ تحت اقدام الامہات کہ جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ حقیقی طور پر جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ماں کی اطاعت اور اس کی اتباع میں جنت ہے۔

اعتراض: یہاں یہ اشکال ضرور واقع ہوگا کہ سائل نے تو کہا تھا کہ اذا امی تأمرنی الخ کہ میری ماں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے دوں۔ اور حضرت ابوالدرداءؓ نے جواب میں فرمایا کہ الوالد اوسط ابواب الجنۃ الخ کہ باپ جنت کا درمیانی دروازہ ہے تو سوال و جواب میں ظاہری تعارض ہے۔

الجواب(۱) تو اس تعارض کا حل یہ ہے کہ یہاں والد سے مراد صرف والد نہیں بلکہ (من لہ وصف الولادۃ) جس میں پیدا کرنے کی صفت موجود ہو' تو وصف ولادت جس طرح ماں کو حاصل ہے اسی طرح والد کو بھی حاصل ہے' تو والد کا ذکر والدہ پر بھی دلالت کرتا ہے۔ جیسے عاذلۃ کی دلالت عاذل پر۔ متنبی کہتا ہے عذل العوازل حول قلب التائہ۔ جس طرح ملامت کرنیوالی عورت ہوتی ہے اسی طرح مرد بھی ملامت گر ہو سکتا ہے تو عوازل جس طرح عاذلۃ پر دال ہے تو اسی طرح عاذل پر بھی دال ہے کہ ملامت کرنے والا مرد ہو یا عورت مراد اس سے ملامت گر ہی ہے یعنی جسمیں صفت ملامت پائی جائے تو یہاں بھی الوالد سے مراد من لہ وصف الولادۃ مراد ہے۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں والد تو عبارۃ النص سے ثابت ہوا اور والدۃ دلالۃ النص سے ثابت ہوئی یعنی کہ جاؤ اور اپنی والدہ کے حکم کی تعمیل کرو۔

(۳) اگر سفیان کی روایت ان ابی یامرنی کو دیکھا جائے تو پھر کوئی اشکال نہیں۔

رضا الرب فی رضا الوالد وسخط الرب فی سخط الوالد یعنی پروردگار کی رضا اور خوشنودی باپ کی رضا اور خوشنودی میں ہے اور پروردگار کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے' اس لئے والد کے احسانات و انعامات محسوسات میں سے ہیں۔ اور بیٹا ہر وقت اس کو دیکھتا رہتا ہے اسے محسوس کرتا ہے جب بیٹے نے باپ کے احسانات کا پاس نہ رکھا تو وہ اللہ تعالیٰ کے احسانات انعامات کا کیسے پاس رکھے گا جو محسوس نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ بندہ جب اپنے باپ کا فرمانبردار اور تابعدار نہیں بنا تو وہ میرا کیسا تابعدار اور فرمانبردار بنے گا۔ کہ

من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ (الحدیث)

جو انسانوں کا شکر گزار نہیں وہ اللہ کا شکر گزار نہیں بن سکتا۔

باب ماجاء في عقوق الوالدين
والدین کی نافرمانی کرنا

حدثنا حميدبن سعيد ' حدثنا بشر بن المفضل 'حدثنا الجريري عن عبدالرحمان بن ابي بكرة عن ابيه قال: قال رسول الله ﷺ ألا احدثكم باكبرالكبائر؟ قالوا بلى يا رسول الله قال: الاشراك بالله و عقوق الوالدين' قال : وجلس وكان متكئاً قال : وشهادة الزور اوقول الزور' فما زال رسول الله ﷺ يقولها حتى قلنا ليته سكت وفي الباب عن ابي سعيد'
هذا حديث حسن صحيح و ابو بكرة اسمه نفيع

ترجمہ: ہمیں حمید بن سعدة نے روایت کی انہوں نے بشر بن المفضل سے انہوں نے جریری سے انہوں نے عبدالرحمان بن ابی بکرۃ سے انہوں نے اپنے والد سے اور آپ کے والد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں اکبرالکبائر سے آگاہ نہ کروں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کیوں نہیں یارسول اللہ ﷺ تو آپ ﷺ نے فرمایا (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا (۲) والدین کی نافرمانی کرنا۔ راوی کہتا ہے کہ پھر آپ ﷺ بیٹھ گئے۔ حالانکہ آپ ﷺ تکیہ لگائے ہوئے تھے اور فرمایا کہ جھوٹی گواہی یا جھوٹی بات رسول اللہ ﷺ بار بار اسی جملے کو دھراتے رہے یہاں تک کہ ہم نے کہا کہ کاش آپ ﷺ سکوت فرمائیں۔

اس باب میں حضرت ابوسعید الخدریؓ سے بھی روایت مروی ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ابوبکرہ کا نام نفیع ہے۔

حدثنا قتيبة ' حدثنا الليث بن سعد عن ابن الهاد عن سعد بن ابراهيم عن حميد بن عبدالرحمان عن عبدالله بن عمرو قال : قال رسول الله ﷺ من الكبائر ان يشتم الرجل والديه قالوا : يارسول الله وهل يشتم الرجل والديه ؟ قال : نعم يسب ابا الرجل فيسب أباه ويشتم امه فيشتم امه. هذا حديث صحيح

ترجمہ: ہمیں قتیبہ نے روایت کی' انہوں نے لیث بن سعد سے انہیں ابن الہاد سے انہوں نے سعد بن ابراھیم سے انہوں نے حمید بن عبدالرحمان سے انہوں نے عبداللہ بن عمرؓ سے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کبیرہ گناہوں میں سے یہ ہے کہ کوئی اپنے والدین کو گالی دے صحابہ کرام نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا کوئی اپنے والدین کو بھی گالی دے گا؟ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہاں' ایک آدمی دوسرے کے باپ کو گالی دے تو وہ اس کے باپ کو گالی دے گا یہ اس کی ماں کو گالی دے گا تو وہ اس کی ماں کو گالی دے گا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

ابواب البر والصلۃ میں سب سے پہلے والدین کے حقوق کا بیان تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

بر الوالدین کہ والدین کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کے ساتھ پیش آؤ۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے اس باب میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کو جہاد اور دیگر عبادات پر اہمیت اور ترجیح دی اور ان کو سب پر مقدم کیا۔ اب اس کا منفی پہلو بیان کیا جارہا ہے تو اس باب میں عدم بر یعنی والدین کے ساتھ بدسلوکی اور ان کی نافرمانی کا بیان ہے۔

(۱) العقوق: عق یعق بمعنی قطع یقطع یعنی صلہ رحمی کا ٹنا اس کو قطع کرنا والدین کے ادب واحترام اور عظمت کو پامال کرنا وغیرہ سب عقوق میں داخل ہیں۔

عن ابیه قال: قال رسول اللہ ﷺ الا احدثکم باکبر الکبائر۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم لوگوں کو اکبر الکبائر سے خبردار نہ کروں۔

بخاری شریف میں اس کیساتھ ثلاثا کا لفظ زیادہ مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی عادت کے مطابق تین بار اہتمام کیلئے اور سامع کو خبردار کرنے کیلئے الا احدثکم باکبر الکبائر فرمایا تا کہ سامعین ہمہ تن گوش ہو کر آگے والا جملہ سن لیں

کبائر: کبیرۃ کی جمع ہے۔ کبیرہ کے معنی ہے بڑا گناہ۔

گناہوں کے اقسام:

جمہور علماء اور فقہا کی رائے یہ ہے کہ گناہوں کی دو قسمیں ہیں بعض کبائر ہیں اور بعض صغائر، البتہ ابواسحاق الاسفرائنی فرماتے ہیں کہ گناہ سارے کے سارے کبیرہ ہیں ان میں کوئی صغیرہ نہیں اور ان کے تلامذہ بھی یہی کہتے ہیں کہ گناہ سارے کے سارے کبیرہ ہیں البتہ ان میں طبقات ہیں بعض زیادہ کبیرہ ہیں اور بعض اس سے کچھ کم اس لئے ان کو صغیرہ کہا گیا۔

کبائر کی تعداد: اصل بات یہ ہے کہ کبائر کی کوئی تحدید نہیں بعض صغائر بھی بعض حالات میں کبیرہ بن جائے اگرچہ علماء امت نے کبائر کی تعداد پر بہت بسط کے ساتھ کلام کیا ہے۔

علامہ ذھبی اور دوسرے علماء نے کبیرہ گناہوں پر مستقل کتابیں لکھی ہیں مگر یہ بات ذہن نشین کرنی چاہئے کہ یہاں اکبر الکبائر کہنے سے حصر مراد نہیں کہ بس یہ تین اکبر الکبائر ہیں اور باقی نہیں ان تینوں کے علاوہ اور بھی کبیرہ گناہ ہیں جو دوسری روایات میں مذکور ہیں مثلاً حضرت انسؓ کی روایت میں قتل النفس کو اکبر الکبائر میں شمار کیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں پڑوسن کے ساتھ زنا کو بعض روایت میں یمین غموس کو، بعض میں دوسرے افعال کو بھی اکبر الکبائر میں شمار کیا گیا ہے لہذا یہ الفاظ حصر کے لئے نہیں۔

الاشراک باللہ: اشراک باللہ کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذات وصفات میں کسی کو شریک کرنا اور اللہ تعالیٰ کی صفات خاصہ کو دوسروں کیلئے ثابت کرکے ان کو اللہ کے ساتھ صفات میں شریک کرنا جیسا عربوں میں عام دستور تھا۔

۲۔ عقوق الوالدین:

دوسرا عقوق الوالدین یعنی والدین کی نافرمانی کرنا یہ وہ لفظ ہے جس کے لئے امام ترمذی نے باب کا انعقاد

کیا ہے اور اسی وجہ سے باب اور ترجمۃ الباب کے مابین تعلق ہے۔ عقوق عین کے ضمہ کے ساتھ عق سے مشتق ہے عق کا معنی قطع کرنا یعنی بیٹے کا والدین کے سامنے کوئی ایسی بات کرنا یا ان کے سامنے کوئی ایسا عمل کرنا جس سے والدین کو تکلیف ہوتی ہو اور وہ اس پر ناراض ہوتے ہوں عقوق الوالدین میں داخل ہے۔ علامہ ابن عطیہ نے فرمایا ہے کہ مباح امور کے کرنے اور مباح کاموں کے ترک کرنے میں والدین کی اطاعت کرنا واجب ہے اور مندوبات اور فرض کفایہ میں ان کی اطاعت کرنا مستحب ہے البتہ اللہ کی نافرمانی اور معصیت کے کاموں میں ان کی بات ماننا ضروری نہیں اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے اشارہ فرمایا ہے کہ لاطاعة للمخلوق فی معصية الخالق (الحدیث) جن کاموں پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہوں وہ گناہ کے کام ہیں ان کاموں میں کسی بھی مخلوق کی اطاعت اور فرمانبرداری نہیں ہوگی اگرچہ وہ انکے والدین کیوں نہ ہو۔

۳۔ شہادۃ الزور:

تیسرا ان اکبر الکبائر میں شہادۃ الزور یعنی جھوٹی گواہی دینا ہے۔ شھد کے معنی ہے حاضر ہونا شاھد کو شاھد اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اس عمل کے وقت حاضر ہوتا ہے اور اپنی چشم دید احوال قاضی کے سامنے بیان کرتا ہے شہید کو شہید بھی اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس نے دین کی حقانیت پر اپنی جان دے کر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر کر دیا۔

حق گوئی کی ترغیب:

قرآن کریم اور دیگر احادیث میں حق کی گواہی کی بہت ترغیب آئی ہے ۔ اعدلوا ھو اقرب للتقوی ولا تکتموا الشھادة ومن یکتمھا فانه آثم قلبه الخ اس کے برخلاف جھوٹی گواہی ہے اسلام نے اس کو شھادہ الزور سے تعبیر کیا ہے۔ تو اس لئے رسول اللہ ﷺ نے شھادۃ الزور کو بڑے اہتمام کے ساتھ بیان فرمایا ہے اول تو آپ ﷺ تکیہ لگائے ہوئے تھے اور الاشراک باللہ اور عقوق الوالدین کو اسی حالت میں بیان فرمایا، پھر اہتمام کے لئے ہیئت بدل کر تکیہ چھوڑ کر بیٹھ گئے اور بار بار فرمایا کہ شھادۃ الزور شھادۃ الزور' سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس اہتمام کی کیا وجہ تھی' آپ ؐ نے اس کو اتنے اہتمام کے ساتھ کیوں بیان فرمایا؟

شہادت کی اہمیت:

تو یہ اس لئے کہ تمام دنیا کا نظام شہادۃ پر ہے اگر گواہی درست اور صحیح ہو تو نظام درست اور صحیح ہوگا اور اگر گواہی درست اور صحیح نہ ہو تو تمام نظام درہم برہم ہوگا۔ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو سب سے پہلے اس کے کان میں اذان دی جاتی ہے جس میں اشھد ان لا الہ الا اللہ الخ کا ذکر ہوتا ہے اور جب بالغ ہو جاتا ہے تو وہ کلمہ شھادۃ کا ورد اپنی زبان پر لاتا ہے' اس کے بعد اسکو مسلمان سمجھا جاتا ہے اگر وہ اس شھادۃ کا اقرار نہ کرے اور دنیا سے چل بسے تو وہ اس دنیا سے کافر اور مرتد چلا گیا ہو۔ شھادۃ کا معنی ہے حق کا اعلان کرنا جو چیز تمھیں حق نظر آئے اس کا اعلان کرنا' تو گویا

اسی شہادۃ یعنی حق کے ساتھ وابستگی پر حقوق اللہ، حقوق العباد او رروحانی نظام کا قیام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے و کیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید و جئنا بک علی ھولاء شھیدا، اور ایک اور مقام پر ارشاد ہے انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا (الایۃ) تو ان آیات میں شاھد اور شہید کا ذکر ہے، کسی نے اس پر بہت بحث کی ہے کہ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا مثلاً زکوۃ دینا، روزہ رکھنا، حج کرنا وغیرہ سب شہادت ہی ہیں اس سے زیادہ اہم شہادت یہ ہے کہ آدمی اپنی جان اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کرے یہ سب سے بڑی شہادت ہے لوگ اس کو شہید کہتے ہیں اس لئے کہ اس نے حق کے سامنے اپنے آپ کو پیش کیا، شہید کا معنی ذبح کرنا نہیں بلکہ یہ حق اور صداقت کی گواہی ہے، شاعر کہتا ہے

یہ　جان　دی　دی　ہوئی　اسی　کی　تھی
حق　تو　یہ　ہے　کہ　حق　ادا　نہ　ہوا

یعنی میں نے اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے جان تک دے دی لیکن پھر بھی اس کا حق ادا نہ ہوا تو اسلام نے ایسے شخص کا نام شہید رکھا۔ لہذا پتہ چلا کہ دنیا اور آخرت کی بھلائی شہادت پر ہے، اگر اس میں کمی کی گئی صحیح طریقے سے گواہی نہ دی گئی تو سارا نظام برباد ہو جائے گا۔

شہادت اور موجودہ نظام:

آج کل کی تباہی و بربادی اس شہادۃ الزور کی مرہون منت ہے، لوگ جھوٹی قسمیں کھا کر گواہی دیتے ہیں اس سے قاتل کو بے گناہ اور بے گناہ کو قاتل قرار دیتے ہیں اس جھوٹی گواہی سے مجرم کو سزا سے بچاتے ہیں، وکلاء اس شہادت الزور کے علمبردار ہیں وہ اس شہادۃ الزور سے حق کو جھوٹ اور جھوٹ کو حق ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، عدالت میں حق کو مسخ کرنے اور باطل کو ظاہر کرنے پر تلا رہتا ہے۔ تو وہ اس جھوٹی شہادۃ سے ظالم کو مظلوم اور مظلوم کو ظالم بنا دیتا ہے آج کل تمام عدالتی نظام اسی شہادۃ الزور پر قائم ہے۔ پاکستان کے جملہ مسائل نظام عدل کی خرابی کی وجہ سے ہے اور نظام عدل کی خرابی کی وجہ شہادۃ الزور ہے۔ جج صاحب کو پتہ ہوتا ہے کہ یہ آدمی جھوٹی گواہی دیتا ہے اس کو کرایہ پر لایا گیا ہے بعض لوگ تو عدالتوں میں اس لئے جاتے ہیں کہ وہاں اگر کسی کو گواہی کی ضرورت ہو تو وہ گواہی دے کر اس سے ۵۰، ۱۰۰ روپے خرچہ وصول کرتے ہیں۔ یہاں ہمارے اکوڑہ خٹک میں ایک صاحب ہیں، میں تقریباً ہر جگہ امریکہ، برطانیہ، اور جہاں بھی مجھے وکلاء کے سامنے تقریر کرنی ہوتی ہے ان کی مثال پیش کرتا ہوں وہ بیچارے شرم کے مارے سر نیچے کئے ہوتے ہیں اس دور میں ہر گاؤں کے اندر ایسے افراد موجود ہیں وہ صبح سویرے کچہری میں اجرت پر جھوٹی گواہی دینے کے لئے جاتا ہے اور شام کو دوسو، تین سو اسی عمل قبیح کے ذریعے کما کر لاتا ہے۔ یہی ایک آدمی روزانہ عدالت میں جج کے سامنے جا کر گواہی دیتا ہے اور جج صاحب اسی گواہی پر فیصلہ کرتا ہے حالانکہ اس کو پتہ ہے کہ یہ آدمی کرائے کا گواہ ہے اس کی گواہی جھوٹی ہے، مگر اسے فائل کو بھرنا ہوتا ہے

سندات جعلی شناختی کارڈ اور پاسپورٹ کا حکم:

اس کے علاوہ آج کل شناختی کارڈ' پاسپورٹ وغیرہ چند پیسے لے کر بنائے جاتے ہیں۔ سکولوں' کالجوں' یونیورسٹیوں کی ڈگریاں ۵۰۰ اور ہزار روپیہ پر فروخت کی جاتی ہے اور ایک نااہل کو اس ڈگری کا اہل قرار دیا جاتا ہے، افسوس اور صد افسوس کہ یہ مرض آج کل مدارس دینیہ تک بھی پہنچ چکا ہے دس بیس روپے پر حفظ اور فارغ التحصیل کی سند جاری کی جاتی ہے۔ پھر لوگ اس شخص پر عالم ہونے کا اعتماد کرتے ہیں حکومت میں اس کو نوکری ملتی ہے' حالانکہ مدرسے کی سند پر لکھا ہوا ہوتا ہے الشھادۃ العالمیۃ الشھادہ لحفظ القرا الکریم تو جب یہ سند کسی غیر عالم یا نااہل کو دی جائے تو یہ بھی شھادالزور ہے لہذا اگر دارالعلوم حقانیہ کسی نااہل کو سند دے دے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ شخص قرآن وسنت کی ترجمانی کرسکتا ہے تو گویا اس نے عالم کو برباد کیا۔

ووٹ کی شرعی حیثیت:

ووٹ ڈالنا بھی شہادت ہے جس کو تم ووٹ دینا چاہتے ہو تو گویا تم اس کے بارے میں اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ وہ اس منصب کا اہل ہے۔ حالانکہ وہ اس منصب کا اہل نہیں ہوتا گویا تم نے شہادۃ الزور کا ارتکاب کیا۔

اگر لوگ صحیح اور درست گواہی دیتے تو کیا نظام حکومت برباد ہوتا کبھی نہیں' آج کل تو لوگ ۴۰' ۵۰ روپے کے عوض' فساق و فجار اور غلط آدمی کے حق میں ووٹ ڈالتے ہیں اس غلط طریقہ کار سے جب ایک طرف ۵۰ ووٹ کسی اہل کے حق میں استعمال ہو جاتے ہیں اور ۵۱ ووٹ کسی نااہل کے حق میں' تو بے نظیر اور مجیب الرحمان کی صورت میں نااہل ہمارے اوپر حکمران بن جاتے ہیں اس ایک ووٹ کے اضافے کی وجہ سے مشرقی پاکستان ہم سے جدا ہوا' وہاں ہزاروں لاکھوں لوگ قیدی اور غلام ہوئے یہ ساری تباہی اور بربادی اس غلط شہادۃ کی وجہ سے ہمارے اوپر آئی تو اس لئے رسول اللہ ﷺ نے شہادۃ الزور کو بہت اہتمام کے ساتھ ذکر کیا۔

محدثین عظام نے اس توجیہ کے علاوہ اور بھی وجوہ اہتمام ذکر کیا ہے چنانچہ علامہ ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ چونکہ شہادۃ الزور میں لوگوں کا مبتلا ہونا آسان ہے اور مفسدات زیادہ ہیں اس لئے آپ ﷺ نے اس کو اہتمام کے ساتھ ذکر کیا۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ شہادۃ الزور اس لئے ہوتا ہے کہ کسی کی جان چلی جائے اسکا مال چھینا جائے' حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنایا جائے' کبائر میں سے زیادہ ضرر رساں اور فساد سے بڑا اشراک باللہ کے بعد کوئی عمل نہیں اس لئے آپ ﷺ نے اس کو اہتمام کے ساتھ ذکر کیا تاکہ فساد کی جڑ کو ختم کریں بعض حضرات کا کہنا ہے کہ شہادۃ الزور سے مراد اس روایت میں کفر ہے اس لئے کافر نے جھوٹی گواہی دی۔ مگر علامہ ابن حجرؒ نے لکھا ہے یہ توجیہ ضعیف ہے۔

قلنالیتہ سکت: یعنی رسول اللہ ﷺ شہادۃ الزور بار بار فرمارہے تھے ہم میں سے ہر ایک کی خواہش ہوتی کہ کاش رسول اللہ ﷺ اب سکوت (خاموشی) اختیار کرلیں۔ آپ ﷺ کا بار بار کہنا اس لئے تھا کہ صحابہ کرام کے

ذہنوں میں جھوٹی گواہی کی قباحت بیٹھ جائے اور سمجھ جائیں کہ جھوٹی گواہی کتنی بری عادت ہے۔ مشفق استاذ اسی طرح کرتے ہیں کہ وہ مشکل اور مہتم بالشان مقام کومختلف پیرایوں سے اپنی بات کو بار بار دہراتے ہیں اس غرض سے کہ میرے تلامذہ اور شاگرد اس کو سمجھ لیں۔ میرے والد ماجد حضرت مولاناؒ کا یہی طریقہ تھا کہ اگر تم لوگ آپ کی ترمذی کی تقریر ٹیپ سے سنیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ مولاناؒ ترمذی کے مشکل ترین مقامات کتنی بار آسان اور جامع الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ کہ وہاں ایک گنوار اوران پڑھ بھی اس مشکل مقام کو سمجھ جاتا ہے' تو صحابہ کرام بھی چونکہ آنحضرت ﷺ کے تلامذہ ہیں اس لئے آپ ﷺ نے اس کے سمجھانے کے لئے بار بار شہادۃ الزور کا ذکر کیا' چونکہ صحابہ کرام آپ ﷺ کے اس اہتمام سے سمجھ چکے تھے اسلئے انہوں نے آرزو ظاہر کی آپ ﷺ سکوت اختیار کریں اور مزید مشقت میں نہ پڑیں

اس توجیہ کی وجہ سے آپ ﷺ کے بار بار کہنے کا مقصد سمجھانا تھا کہ لوگوں کو شفقت سے سمجھایا جائے۔ قرآن کریم نے اسی طریقے سے لوگوں کو سمجھایا ہے صرف آئین دے کر' ڈنڈے کے زور سے نہیں سمجھایا' اللہ تعالیٰ ہزاروں ماں باپ سے زیادہ شفیق ہے قرآن کریم ایک بات کو سمجھانے کے لئے مختلف طریقے استعمال کرتا ہے۔ دنیاوی آئین تو شارٹ کٹ الفاظ کہہ کر اپنا حکم لوگوں پر لاگو کر کے اس کو ڈنڈے کے زور سے نافذ کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ ڈنڈے اور زور سے زیادہ رحمت' شفقت سے لوگوں کو سمجھاتا ہے۔ اور ان پر اپنے احکام نافذ کرتا ہے۔

قرآن احکام و واقعات میں تکرار کی وجہ:

بعض لوگوں کا کہنا کہ قرآن کریم میں کوئی فصاحت نہیں اسلئے کہ وہ ایک بات کو بار بار دہراتا ہے جو فصاحت و بلاغت کے خلاف ہے یہ لوگ جاہل ہیں وہ اس تعریف کے مقصد کو نہیں سمجھ سکتے۔ قرآن کریم کا بار بار کسی واقعہ یا کلام کو ذکر کرنے کے مقاصد پر حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے بڑی حکیمانہ طریقے سے لوگوں کو سمجھایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک بوڑھے باپ نے اپنے بیٹے سے پوچھا کہ یہ کیا ہے تو بیٹے نے جواب دیا کہ ابا جان کوا ہے۔ پھر باپ نے پوچھا کہ کیا؟ تو بیٹے نے کہا کہ کوا ہے' پھر تھوڑی دیر بعد باپ نے پوچھا کہ یہ کیا؟ تو بیٹے نے کہا کہ دیکھتے نہیں ہو یہ کوا ہے۔ پھر کچھ تھوڑی دیر کے بعد پھر باپ نے پوچھا کہ بیٹا یہ کیا ہے تو بیٹے نے غضبناک لہجے میں کہا کہ جاؤ آرام سے بیٹھو تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ تمہیں سمجھ میں کچھ نہیں آتا' تو باپ اٹھ کر کمرے میں چلا گیا وہاں بکسے (صندوق) سے ایک سلیٹ نکالا اور اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا تم بہت چھوٹے تھے اور اسی جگہ کوا بیٹھا تھا' میرے ہاتھ میں سلیٹ اور سلیٹی تھی تو تم نے مجھ سے پوچھا کہ بابا یہ کیا ہے میں نے جواب دیا کہ کوا ہے۔ تم نے پھر پوچھا میں نے جواب دیا تم نے پھر پوچھا میں نے جواب دیا اور ہر بار سوال کرنے پر میں سلیٹ پر نشان لگاتا رہا' یہاں تک کہ تم نے سو بار پوچھا اور میں نے سو بار بڑی شفقت سے جواب دیا۔ کسی سوال پر میرے لہجے میں کوئی فرق نہیں آیا بلکہ ہر بار جواب دینے سے شفقت بڑھتی گئی۔ آج میں نے تم سے پوچھا تو تم چوتھی بار جواب دینے پر غضبناک ہو گئے۔ تو حضرت تھانویؒ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بار بار کسی واقعہ کو اس لئے ذکر کرتے ہیں کہ وہ سو سو بار بھی اپنی مخلوق کو سمجھانا چاہتا ہے۔

یا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا بار بار کہنے سے حالت بدلتی رہی اور ہر بار کہنے سے چہرے پر غصے اور ناراضگی کے آثار ظاہر ہوتے رہے اس لئے صحابہ کرام نے یہ خواہش ظاہر کی کہ کاش آپ ﷺ خاموش ہو جائیں اور آپکا غصہ ٹھنڈا ہو جائے اور ہم عتاب میں نہ آجائیں۔

من الکبائر ان یشتم الرجل والدیہ الخ اس روایت میں بیان ہوا ہے کہ اپنے والدین کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے' گالی دینا صرف یہ نہیں کہ کوئی شخص اپنے والدین کو خود ان کے سامنے گالی دے بلکہ دوسرے کے والدین کو گالیاں دینا بھی ایسا ہی ہے کہ جیسا کہ اپنے والدین کو گالیاں دینا۔ اسلئے کہ جب اس نے دوسرے کے والدین کو گالی دی تو وہ جواباً اسکے والدین کو گالی دے گا اس شخص نے دوسرے کو اس کے والدین کو گالیاں دینے پر برانگیختہ کیا' اور اس کو مجبور کیا۔

بقیہ صفحہ نمبر ۲۴ سے : سائنسی علوم اور قرآن کا نظریہ علم

وتمت کلمۃ ربك صدقا وعدلا ' لا مبدل لکلماتہ ' وھو السمیع العلیم (انعام:۱۱۵)

''اور تیرے رب کی بات پوری ہوئی' کیا بلحاظ سچائی اور کیا بلحاظ اعتدال' اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے۔ وہی سننے اور جاننے والا ہے۔''

نظام فطرت کے بعض رموز واسرار: لہذا ہمیں بے خوف وخطر ہو کر تجرباتی سائنس اور تجرباتی حقائق کی روشنی میں نظام کائنات، سے متعلق قرآنی رموز واسرار کو منظر عام پر لانا چاہیئے' تاکہ نوع انسانی کلام الہٰی کے روشن چہرے کا نظارہ کر کے اس کے من جانب اللہ ہونے کا یقین کر سکے۔ واضح رہے تجرباتی علوم سے مراد وہ سائنسی حقائق یا اس کے وہ کلی نتائج ہیں جو استقرائی طور پر ثابت شدہ ہیں اور جنکو دنیائے سائنس میں مسلمہ ومصدقہ حقائق کی حیثیت حاصل ہے' اور جو ''قوانین قدرت'' کا درجہ حاصل کر چکے ہیں' بخلاف ظنی وقیاسی نظریات ومفروضات کے اس فرق کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہیے ورنہ اشکالات سے چھٹکارا نہیں مل سکتا۔ اب اگلے صفحات میں اس سلسلے کے بعض حقائق ومعارف پیش کئے جاتے ہیں ان حقائق ومعارف کی کئی قسمیں ہیں چنانچہ بعض مواقع پر چند مظاہر فطرت کا تذکرہ کرنے کے بعد کہہ دیا جاتا ہے کہ ان مظاہر میں غور وفکر کرنے والوں کیلئے بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔ جبکہ مطلوبہ نشانیوں کا استنباط کرنا علماً و مفسرین کی فکر وبصیرت پر چھوڑ دیا جاتا ہے کہ وہ اس قرآنی چوکھٹے کے اندر رنگ بھریں اور خدائی منشاومقصد کے مطابق اپنے اپنے دور کے علمی تصوارت کے پیش نظر نئے نئے دلائل منظر عام پر لائیں اسی طرح کبھی اشارتاً اور کبھی صراحتاً بعض مظاہر قدرت میں موجود حقائق کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ انسان ان عجائب قدرت کو عبرت وبصیرت کی نگاہ سے دیکھے اس قسم کے بعض عجائب وہ ہوتے ہیں جو سائنسی علوم کی ترقی کے باعث خود بخود ظاہر ہو جاتے ہیں یعنی قرآنی الفاظ کا مفہوم بغیر کسی تاویل کے صاف صاف ظاہر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بعض حقائق تشبیہات واستعارات کے روپ میں بھی مرقوم ہیں اور بعض حقیقت ومجاز کے طور پر۔ بہرحال اس موقع پر قرآنی حقائق اور اسکے رموز واشارات کی چند قسمیں اصولی طور پر پیش کی جاتی ہیں جنکے ملاحظے سے قرآن حکیم کے اعجاز پر ایک نئی روشنی پڑتی ہے۔ (جاری ہے)

مقالہ خصوصی مولانا محمد شہاب الدین ندوی *
(قسط نمبر۲)

سائنسی علوم اور قرآن کا نظریہ علم

غرض قرآنی نظریہ علم کے مطابق انسان محسوسات و معقولات کی رو سے۔ظاہری طور پر، اشیا کی کنہہ و حقیقت تک پہنچ سکتا ہے۔یعنی اس حقیقت تک جس کو خالق کائنات نوع انسانی پر اپنی حجت پوری کرنے کی غرض سے دکھانا چاہتا ہے۔چنانچہ اسی غرض و غایت کی خاطر اس نے اس سلسلہ وجود میں اپنا ''آیاتی نظام'' قائم کر رکھا ہے یعنی صحیفہء فطرت کے ہر ہر مظہر میں خلاق ازل نے اپنی خلاقیت کی ''نشانیاں'' رکھ چھوڑی ہیں جو محسوسات و معقولات کے ذریعہ انسانی مشاہدے میں آسکتی ہیں۔جن کے ملاحظے سے کلام الٰہی کی تصدیق و تائید ہوتی ہے مثال کے طور پر حسب ذیل آیات ملاحظہ ہوں۔

سنریهم ایاتنا فی الافاق وفی انفسهم حتی یتبین لهم انه الحق۔ (حم سجدہ:۵۳)

''ہم ان لوگوں (منکرین خدا) کو بہت جلد اپنی نشانیاں دکھادیں گے' آفاق میں (ان کے چاروں طرف) بھی اور انکے انفس (ان کے جسمانی ونفسیاتی وجودوں) میں بھی' یہاں تک کہ ان پر بخوبی واضح ہو جائے کہ یہ کلام برحق ہے۔''

وفی الارض ایات للموقنین۔ وفی انفسکم افلا تبصرون (ذاریات:۲۰۔۲۱)

''اور زمین میں یقین کرنے والوں کے لئے (بہت سی) نشانیاں موجود ہیں۔اور خود تمہاری اپنی ہستیوں (جسمانی ونفسیاتی نظاموں) میں بھی' تو کیا یہ حقائق تم کو نظر نہیں آتے؟''

پہلی آیت دلیل ناطق ہے کہ باری تعالیٰ منکرین و معاندین کو اپنے نشانہائے ربوبیت دکھاکے رہے گا جن کے ذریعہ قرآن عظیم کے دعووں اور اس کے علمی تصورات کی تصدیق ہو کر رہے گی۔جب کہ دوسری دونوں آیات کے ذریعہ ثابت ہوتا ہے کہ کلام الٰہی کی نظر میں انسان آفاقی و انفسی دلائل یا مظاہر کائنات میں موجود خدائی شہادتوں کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔چنانچہ حسب ذیل آیت کریمہ۔پورے ''عالم شہادت'' کو نوع انسانی پر بطور حجت پیش کرتی ہے:

اولم ینظروافی ملکوت السموت والارض وما خلق الله من شئی وأن یکون قد اقترب اجلهم فبائی حدیث بعده یومنون (اعراف:۱۸۵)

''کیا انہوں نے زمین' اجرام سماوی اور اللہ کی پیدا کردہ چیزوں کا جائزہ نہیں لیا؟ اس بنا پر ہو سکتا ہے کہ ان کا

* ناظم فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ بنگلور۔۲۹

وقت قریب آ چکا ہے۔اس (واضح کلام) کے بعد وہ پھر کس بات پر ایمان لائیں گے؟"

اسی طرح حسب ذیل آیات بھی اس سلسلے میں واضح دلائل کی حیثیت رکھتی ہیں جن کے مطابق نوع انسانی "آیات الٰہی" یا آفاقی وانفسی دلائل و بینات کا مشاہدہ کر سکتی ہے:

ویریکم ایاته فأی ایات الله تنکرون (مومن:۸۱)

"وہ تم کو اپنی نشانیاں دکھادے گا۔ پھر تم اللہ کی کن کن نشانیوں کا انکار کرتے رہو گے؟"

خلق الانسان من عجل ساو ریکم ایاتی فلا تستعجلون (انبیاء:۳۷)

"انسان (کی سرشت) میں جلد بازی رکھ دی گئی ہے تو میں عنقریب تم کو اپنے نشانات (ربوبیت) دکھادوں گا۔لہذا تم جلدی مت کرو۔"

- وقل الحمدلله سیریکم ایاته فتعرفونها (نمل:۹۳)

"کہہ دو کہ تعریف کا مستحق صرف اللہ ہے وہ تم کو بہت جلد اپنی نشانیاں دکھادے گا اور تم ان کو پہچان لوگے۔"

ان تمام اعتبارات سے قرآنی نظریہ علم کے قضایا حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حواس اور تعقل و تفکر یعنی محسوسات و معقولات کا ذریعہ انسان کا علم یا "علم الاسماء" ظاہری طور پر حاصل کر سکتا ہے اس اعتبار سے قرآن کی نظر میں اشیاء کا خارجی وجود ثابت ہے۔اور وہ نظروں کا دھوکا نہیں ہے جیسا کہ فلسفہ تصوریت کا دعوئی ہے۔

۲۔ محسوسات و معقولات کے ذریعہ (مشاہداتی واستدلالی طور پر) انسان حقیقت حال یا اشیاء کی تہہ تک (ظاہری اعتبار سے) ضرور پہنچ سکتا ہے اور یہ وہی علم ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کو علم الاسما کے روپ میں بطور تحفہ عطا کیا گیا تھا۔قرآن حکیم میں "افلا تبصرون؟" اور "افلا تعقلون" وغیرہ کے ذریعہ اسی علم کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو ایک حیثیت سے استدلالی ہے تو دوسری حیثیت سے تمدنی فوائد سے بھرپور بھی ہے اور اسی علم کی بدولت تسخیر کائنات بھی علم میں آتی ہے۔

۳۔ عالم طبیعیات یا طبیعی حقائق یا "قوانین قدرت" کے ذریعے ماوراے مادہ یا مابعد الطبیعی صداقتوں پر استدلال کیا جاسکتا ہے جن سے موجودہ دور میں سائنس اور فلسفہ دونوں جی چرا رہے ہیں۔چنانچہ اشیاء کی بناوٹ اور ان کی کارکردگی کے سلسلے میں سائنس جہاں پر اسباب وعلل کا پتہ لگانے میں ہتھیار ڈال دیتی ہے تو وہاں سے ایک فوق الطبیعی سرحد شروع ہو جاتی ہے اور ایک علت العلل ہستی کا اثبات ہوتا ہے ورنہ پھر مظاہر کائنات کی عقلی اعتبار سے کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی۔بلکہ اسباب وعلل سے بھری یہ کائنات مزید پراسرار ہو جاتی ہے۔

۴۔ اشیاء کا ظاہری علم نوع انسانی پر حجت ہے۔اگر اسے قابل استدلال نہ مانا جائے تو پھر قرآن عظیم کا پورا نظام دلائل بیکار اور مہمل بن کر رہ جاتا ہے بلکہ اس سے خود قرآن عظیم بھی غیر معتبر قرار پاتا ہے' معاذ اللہ

۵۔　باقی رہا اشیاء یا موجودات عالم کا باطنی علم یعنی علل بعیدہ کی حقیقت و ماہیت تو وہ انسانی حواس اور اس کے دائرے سے باہر ہے کیونکہ دلیل واستدلال کیلئے حواس ظاہری کے ذریعہ حاصل ہونے والا ''ظاہری علم' بہت کافی ہے جس کو قرآن بعض مواقع پر "علم قلیل" قرار دیتا ہے (اسراء:۸۵) اور اس میں نکتہ کی بات یہ ہے کہ وہ حقیقی علم کے مقابلے میں ''بہت تھوڑا'' سا ہے مگر ہے ضرور' ورنہ پھر انسان پر حجت پوری نہیں ہوسکتی۔ اس حقیقت کا اظہار ایک دوسرے موقع پر اس طرح کیا گیا ہے'

ولا یحیطون بشئی من علمه الاء بما شاء

''یہ لوگ اس کے علم کا اتنا ہی احاطہ کرسکتے ہیں جتنا کہ وہ چاہے''

حاصل یہ کہ انسان اگرچہ مظاہر الفطرت کا کلی ادراک تو نہیں کرسکتا اور ان کے بواطن میں جھانک کر دیکھ نہیں سکتا مگر وہ ان اشیاء میں موجود ظاہری اسباب وعلل کا پتہ لگا کر ان کے فوائد سے مستفید ضرور ہوسکتا ہے اس اعتبار سے قوانین قدرت یا قوانین ربوبیت کی دو حیثیتیں ہیں: ایک ظاہری اور دوسرے باطنی۔ چنانچہ ظاہری اسباب ہی کے ذریعہ تسخیر کائنات بھی عمل میں آتی ہے اس مظاہرہ ربوبیت کے ذریعہ بے لگام ''عقلیت'' کو بھی قابو میں لانا مقصود ہے ۔واللہ اعلم

معقولاتی علم کیا ہے؟

جیسا کہ پچھلے مباحث سے بخوبی واضح ہوگیا کہ معقولات سے مراد خصوصی طور پر فلسفہ ہے اگرچہ اس کا اطلاق ایک حد تک سائنسی علوم پر اس حیثیت سے بھی ہوسکتا ہے کہ وہ مادی اشیاء کا نہایت درجہ دقت نظر اور باریک بینی کے ساتھ مطالعہ کرکے ان نتائج تک پہنچتی ہے جو علمی قضایا یا قوانین قدرت کے روپ میں ان اشیاء میں موجود ہیں اس اعتبار سے معقولات میں سائنس اور فلسفہ دونوں شامل ہوسکتے ہیں' جب کہ اس کا اطلاق فلسفے پر زیادہ ہوتا ہے ظاہر ہے کہ اشیاء کی حقیقت اور ان کی تہہ تک پہنچنے اور ان کی کارکردگی دریافت کرنے کیلئے کافی محنت وجستجو اور غور وفکر کی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ بعض قوانین قدرت تو ایسے ہیں جو سینکڑوں سال کے مسلسل غور وفکر کے بعد دریافت ہوتے ہیں۔

عصر جدید میں دوربین کی ایجاد کے بعد ارضی وسماوی اشیاء کے بہت سے اسرار وحقائق سامنے آچکے ہیں' جن کا دور قدیم میں کوئی تصور تک نہیں تھا چنانچہ دوربین کے ذریعہ مشاہدے کے باعث کہکشاؤں کا ایک لامتناہی سلسلہ ہمارے سامنے آچکا ہے۔ جو اربوں کی تعداد میں ہیں اور ہر ایک کہکشاں میں کم ازکم ایک کھرب ستارے' ہمارے سورج جیسے موجود ہیں اور کہکشاؤں کی یہ کائنات مسلسل پھیل رہی ہے یعنی ہر کہکشاں ایک دوسرے سے دور ہوتی جارہی ہے۔ اس سے ماہرین فلکیات نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اربوں سال پہلے اجرام سماوی کا یہ پورا مادہ باہم ملا ہوا تھا' جس میں ایک زوردار دھماکہ ہوا' جس کے باعث تمام کہکشائیں' ستارے اور سیارے وجود میں آگئے اور اس دھماکے کی وجہ سے یہ اجرام مسلسل ایک دوسرے سے ہٹتے جارہے ہیں۔

لیکن اب سوال یہ ہے کہ اس قدر عظیم ''کائناتی مادہ'' کہاں سے آ گیا؟ وہ یکجا کس طرح ہوا؟ اور اس میں بغیر کسی خالق کے خود بخود دھماکہ کیسے ہوگیا؟ تو یہ ایسے سوالات ہیں جن کا جواب نہ تو سائنس کے پاس موجود ہے اور نہ فلسفے کے پاس۔ لیکن کلامی نقطہ نظر سے اس کا جواب صاف ہے کہ مادیات کے ماوراء کوئی خلاق اور پر جلال ہستی ضرور موجود ہے جو ان کرشموں کے ذریعہ اپنی موجودگی کی خبر دے رہی ہے۔

اس سلسلے میں ایک سوال یہ بھی ہے کہ یہ اربوں کہکشائیں اور ان میں موجود کھربوں کھربوں ستارے وسیارے ایک نفیس اور بے داغ نظام کے تحت آپس میں ٹکرائے بغیر کس طرح رواں دواں ہیں؟ کیا بغیر کسی ناظم ونگران ہستی کے اس قدر منظم اور اعلیٰ درجے کا نظام چل بھی سکتا ہے؟ یہ سوال پہلے سوال سے بھی زیادہ اہم ہے کیونکہ اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ دھماکہ کسی نہ کسی طرح ہو بھی گیا تو پھر اس بے عیب نظام کی توجیہ ضروری ہے مگر اس کا صحیح جواب دینے سے سائنس اور فلسفہ دونوں عاجز ہیں۔

ایک اور مثال لیجئے' ہماری زمین سورج کے اطراف گھوم رہی ہے مگر ایک خاص دوری کے ساتھ چنانچہ زمین سے سورج تک کا فاصلہ نو کروڑ تیس لاکھ میل ہے اور یہ فاصلہ گرمیوں میں پندرہ لاکھ میل کم ہو جاتا ہے جب کہ سردیوں میں پندرہ لاکھ میل زیادہ ہو جاتا ہے اسی کمی بیشی کی وجہ سے موسم گرما اور سرما آتے ہیں۔ لیکن یہ فاصلہ اگر دس بیس لاکھ میل مزید گھٹ یا بڑھ جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ روئے زمین پر تمام حیوانات ونباتات یا تو جھلس کر رہ جائیں گے یا پھر ٹھٹھک کر ختم ہو جائیں گے۔

اسی طرح ہوا میں موجود عناصر کا جائزہ لیجئے تو معلوم ہوگا کہ اس کا تین چوتھائی سے زیادہ حصہ نائٹروجن پر مشتمل ہے جب کہ اس میں تقریباً پانچواں ایک حصہ آکسیجن پائی جاتی ہے لیکن اگر اس تناسب میں فرق آ جائے اور نائٹروجن کی مقدار بڑھ جائے تو زمین پر آگ جل ہی نہیں سکتی اور اگر آکسیجن کی مقدار بڑھ جائے تو ذراسی رگڑ سے ہر جگہ آگ پیدا ہو جاتی ہے نتیجہ یہ کہ حیوانات ونباتات کا وجود خطرے میں پڑ جاتا۔

اب سوال یہ ہے کہ بغیر کسی خالق وناظم کے یہ حکیمانہ نظام کس طرح وجود میں آ گیا جو زندگی کیلئے پوری طرح سازگار ہے؟ اس قسم کے بے شمار سوالات ہیں جن کا صحیح جواب سائنس اور فلسفہ نہیں دے سکتے بلکہ مادہ پرست فلاسفہ اس قسم کے تمام سوالات کے جواب میں اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب کچھ بغیر کسی مابعد الطبیعی وجود کے یونہی خود بخود ہو رہا ہے مگر ظاہر ہے کہ یہ کوئی علمی یا تحقیقی جواب نہیں' بلکہ حقائق سے آنکھیں چرانا ہے مادہ پرستوں کے اس رویہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ اہل مذہب پر جس ''تعصب'' اور ''بے علمی'' کا الزام عائد کرتے ہیں اس میں وہ خود ہی بُری طرح میں مبتلا ہیں۔

بہر حال یہ تو آسمانی دنیا کی بات ہوئی' اب زمینی اشیاء کی طرف آیئے تو معلوم ہوگا کہ تحقیقات جدیدہ کے مطابق تمام مادی اشیاء نہایت درجہ ننھے ننھے اجزاء سے مل کر بنی ہوئی ہیں' جو بنیادی طور پر تین قسم کے ہیں: الیکٹران'

پروٹان اور نیوٹران۔ الیکٹران اور پروٹان بجلی کے ذرات ہیں' اول میں منفی اور دوسرے میں مثبت برقی چارج ہوتا ہے' جبکہ نیوٹران میں کسی قسم کا برقی چارج نہیں ہوتا۔ چنانچہ نظام فطرت میں ہائیڈروجن سے لے کر یورانیم تک جو ۹۲ عناصر (قدرتی) پائے جاتے ہیں وہ سب کے سب انہیں تین اجزاء سے مرکب ہیں۔ اس لحاظ سے تمام عناصر کا بنیادی ڈھانچہ ایک ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ کسی عنصر میں ان اجزاء کی تعداد کم یا زیادہ ہوتی ہے۔ مثلاً ہائیڈروجن عنصر میں صرف ایک الیکٹران' ایک پروٹان اور ایک نیوٹران ہوتا ہے' جب کہ ہیلیم میں دو الیکٹران' دو پروٹان' اور دو نیوٹران ہوتے ہیں۔ لیتھیم میں ان کی تعداد تین تین' کاربن میں چھ چھ' نائیٹروجن میں سات سات سلیکون میں چودہ چودہ ہوتی ہے اسی طرح مختلف عناصر میں ان کی تعداد مختلف ہوتی ہے جیسا بورون' آکسیجن' سوڈیم' ایوڈن' کلورین' میگنیشیم' کیلشیم' المونیم' لوہا' تانبا' جست' ٹن' سونا' چاندی' پلاٹینیم اور ریڈیم وغیرہ وغیرہ' ان سب کی تفصیلات کے لئے علم کیمیاء کی کوئی کتاب ملاحظہ ہو۔ تمام عناصر میں پروٹان اور نیوٹران باہم ایک دوسرے میں گھتے ہوئے ایک مرکزے کی شکل میں ہوتے ہیں۔ جب کہ الیکٹران کے گرد چکر لگاتے رہتے ہیں مگر حیرت انگیز طور پر صرف ایک حرف ''جزء'' کی کمی بیشی سے نہ صرف یہ کہ ان عناصر کی صورت شکل بدل جاتی ہے بلکہ ان کی خصوصیات میں بھی زبردست تبدیلی آ جاتی ہے۔ چنانچہ ان تین بنیادی اجزاء کی کمی بیشی سے نہ صرف یہ کہ ان عناصر کی صورت شکل بدل جاتی ہے بلکہ ان کی خصوصیات میں بھی زبردست تبدیلی آ جاتی ہے۔ چنانچہ ان تین بنیادی اجزاء کی کمی بیشی کی وجہ سے کوئی عنصر یا تو دھات بن جاتا ہے جیسے کیلشیم' میگنیشیم' المونیم' سونا اور چاندی وغیرہ۔ یا پھر وہ گیس کی شکل اختیار کر لیتا ہے جیسے ہائیڈروجن' ہیلیم' آکسیجن اور کلورین وغیرہ۔ جب کہ بعض عناصر ٹھوس ہوتے ہیں۔ جو نہ تو گیس ہوتے ہیں اور نہ دھات' جیسے کاربن' ایوڈن اور سلفر وغیرہ۔ پھر ان میں سے ہر ایک کی طبعی خصوصیات بھی الگ الگ ہیں' جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

سوال یہ ہے کہ الیکٹران' پروٹان اور نیوٹران جیسے بنیادی اجزاء سے مختلف خصوصیات کے حامل یہ ۹۲ عناصر کس طرح وجود میں آ گئے؟ اس سے بھی بڑا سوال یہ ہے کہ جب یہ مفرد عناصر دو یا دو سے زیادہ تعداد میں مل کر ''مرکبات'' (دنیا بھر کی اشیاء میں پائے جانے والے) بنتے ہیں تو ان مفرد عناصر کی خصوصیات زائل ہو کر نئی خصوصیات کس طرح پیدا ہو جاتی ہیں؟ مثال کے طور پر ہائیڈروجن ایک جلنے والی گیس ہے' جب کہ آکسیجن چیزوں کو جلانے میں مدد دینے والی ایک گیس۔ مگر ان دونوں کے تعامل سے چیزوں کو بجھانے میں مدد دینے والی ایک نئی چیز یعنی پانی کس طرح وجود میں آ گئی؟ اس راز کو دنیا کا کوئی بھی سائنس داں فاش نہیں کر سکتا۔ یہی آکسیجن پیڑ پودوں میں جب ''شعاعی ترکیب'' (فوٹوسنتھیسیس (۱۷)) کے ذریعے پانی اور کاربن کے ساتھ مرکب ہوتی ہے تو وہ نشاستہ (کاربوہائیڈریٹ (۱۸)) کا روپ دھار لیتی ہے۔ جو حیوانی غذا کا بنیادی جزء ہے۔ حالانکہ ان میں سے کسی بھی عنصر میں مفرد طور پر نشاستے یا شکر کا نام ونشان بھی نہیں ہوتا۔ اسی طرح مذکورہ بالا تین عناصر میں جب نائٹروجن کا اضافہ ہوتا ہے تو وہ لحمیہ (پروٹین (۱۹)) بن جاتا ہے۔ انسانی خون اور نباتات میں پائے جانے والے سبز مادے (کلوروفل (۲۰)) میں صرف ایک جوہر

کا فرق ہوتا ہے جو انسانی خون میں لوہا اور نباتاتی مادے میں میگنیشیم ہوتا ہے' باقی تمام عناصر و جواہر دونوں میں یکساں طور پر پائے جاتے ہیں۔ مگر صرف ایک جوہر کے فرق کی وجہ سے ایک چیز سرخ اور دوسری چیز سبز کس طرح بن گئی؟ اسی طرح کلورن (۲۱) ایک زہریلی گیس ہے اور سوڈیم (۲۲) ایک نرم اور سفید دھات' مگر ان دونوں کے تعامل سے کھانے کا نمک وجود میں آتا ہے اس قسم کی سینکڑوں بلکہ ہزاروں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں' جن کا سائنس کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ بلکہ یہ صحیفہ فطرت کی وہ گتھیاں ہیں جو انسانی عقل و دانش کے لئے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی ہیں۔ شاید نظام فطرت میں سب سے زیادہ دلچسپ علم یہی ہوسکتا ہے۔ یہ صرف علم کیمیاء سے متعلق بعض حقائق ہیں ورنہ طبیعیات' حیاتیات اور نفسیات کی دنیا تو اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب ہے اور ان سب کی تفصیل کے لئے ایک دفتر چاہیے۔

واقعہ یہ ہے کہ سائنس جب کبھی کوئی نئی حقیقت دریافت کرتی ہے تو کائنات کے اسرار کھلنے کے بجائے وہ اور زیادہ تحیر خیز بن جاتی ہے اور کوئی بھی مسئلہ حل ہوتا نظر نہیں آتا' جب تک کہ ایک فوق الطبیعی ہستی کا وجود تسلیم نہ کرلیا جائے جو دنیائے انسانی کو قدم قدم پر اپنی ربوبیت اور الوہیت کا کرشمے دکھا رہا ہے اسی لئے ارشاد باری ہے:

ان فی خلق السموت والارض واختلاف اللیل والنھار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل اللہ من السمآء من مآ فاحیا بہ الارض بعد موتھا وبث فیھا من کل دابۃ وتصریف الریاح والسحاب المسخر بین السمآءِ والارض لایات لقوم یعقلون (بقرة:١٦٤)

زمین اور آسمانوں کی تخلیق میں' رات اور دن کے ادل بدل میں' اس کشتی میں جو لوگوں کے فائدے کی چیزیں لے کر چلتی ہے' اس پانی میں جو اللہ اوپر سے برساتا اور اس کے ذریعہ مردہ زمین کو زندہ کردیتا ہے' ان جانداروں میں جن کو اس نے روئے زمین پر پھیلا رکھا ہے' ہواؤں کے ہیر پھیر میں اور اس بادل میں جس کو اللہ نے زمین اور آسمانوں کے درمیان ٹھہرا رکھا ہے (ان تمام مظاہر میں) یقیناً عقل والوں کیلئے (اللہ کی خلاقیت و ربوبیت کی) نشانیاں موجود ہیں۔

قرآن کی حقانیت کا سائنٹیفک ثبوت:

غرض اس مادی کائنات میں ہر طرف ایک خلاق اور بے مثال قدرت والی ہستی کا وجود نظر آتا ہے' جس کے کرشمے انتہائی محیر العقول ہیں۔ اس اعتبار سے اس کا وجود بالکل ظاہر اور نمایاں ہے مگر آج کل کے اکثر سائنس داں خدا کے وجود کو تسلیم کرنے کے بجائے ''لاادریت'' کے دامن میں پناہ لے رہے ہیں جو اپنے آپ کو مادہ پرست کہلانے سے ہچکچاتے ہیں۔ کیونکہ اب مادیت کا دور ختم ہوچکا ہے جو اٹھارویں اور انیسویں صدی میں انتہائی عروج پر تھی۔ مگر بیسویں صدی کی تحقیقات اور جدید ترین طبیعی انکشافات نے مادیت کی کمر توڑ دی ہے لیکن مادہ پرست فلاسفہ اب تک ''نظریہ بخت و اتفاق'' ہی کی رٹ لگا رہے ہیں تو صاف ظاہر ہے کہ یہ کوئی علمی نظریہ نہیں ہے جسے ''سائنٹفک'' کہا جاسکے۔ بلکہ یہ شتر مرغ کی طرح ریت میں سر چھپانے کا نام ہے کیونکہ ہمارے سامنے عقلی و منطقی دلائل و براہین کا ایک

انبار موجود ہے جو اس بے بنیاد نظریئے کا خاتمہ کرنے کے لئے کافی ہے مگر ضد اور ہٹ دھرمی کی بات ہی کچھ اور ہے جب کوئی شخص ہٹ دھرمی پر اتر آتا ہے تو وہ کسی بھی حقیقت کو ماننے کے لئے تیار نظر نہیں آتا۔

تو اب ایسے منکرین و معاندین کے اذہان اور ان کی بصیرت کیلئے کلام الٰہی میں ایک اور قومی اور کارگر ''ہتھیار'' موجود ہے جس کا انکار مادہ پرست کسی بھی طرح نہیں کر سکتے۔ بلکہ اب انہیں چارو ناچار اپنی شکست وریخت تسلیم کرنی ہی پڑے گی۔ نتیجہ یہ کہ اب انہیں یا تو قرآن عظیم کے اس تازہ معجزے کو دیکھ کر ایمان لانا پڑے گا یا پھر اپنی ہی تحقیقات (سائنسی اکتشافات) کا انکار کرنا ہوگا کیونکہ یہ وہ قرآن حقائق ہیں جنکی صحت وصداقت کی گواہی جدید ترین تحقیقات واکتشافات مسلسل اور لگاتار دے رہے ہیں۔ ان قرآنی حقائق یا اس کی علمی صداقتوں کو ہم ''قرآن کے تصوارت علم'' کا نام دے سکتے ہیں جو نظام کائنات سے متعلق بعض ''راز کی باتیں'' ہیں جن کی حقیقت جدید سائنس اجاگر کر رہی ہے اس مظاہرہ ربوبیت کے ذریعہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کائنات میں مادیات کے ماوراء ایک ''علیم وخبیر'' ہستی ضرور موجود ہے جو اس کائنات کی مشنری سے متعلق ایک ایک چیز اور اسکے ایک ایک بھید سے واقف ہے۔ چنانچہ پچھلے صفحات میں پیش کردہ ''معقولاتی علم'' خلاق عالم کی ''قدرت'' کو ظاہر کرنے والا تھا' تو یہ ''تصوارتی علم'' اسکی ''علامیت'' کو اجاگر کرنے والا ہے اس لحاظ سے نظام کائنات کے ملاحظے سے ایک زبردست قدرت والی ہستی کا وجود ثابت ہوتا ہے تو کلام الہیٰ کے اس جلوے سے ایک علام الغیوب ہستی کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے اور ان دونوں صفات (قدرت الٰہی اور علم الٰہی) کے اثبات سے باری تعالیٰ کی دیگر تمام صفات ذاتی وفعلی کا بھی اثبات ہو جاتا ہے اسطرح باری تعالیٰ کی پوری شخصیت اسکی ذات وصفات سمیت ہماری نظروں کے سامنے آجاتی ہے گویا کہ ہم اس کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کر رہے ہیں۔ اس اعتبار سے قرآن اور سائنس دونوں ایک دوسرے کے مصدق وموید نظر آتے ہیں جن میں رتی برابر بھی تضاد یا تصادم نہیں ہے

اس موقع پر یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ مادہ پرستوں کا دعویٰ ہے کہ ''علم'' صرف وہی ہو سکتا ہے جو حواس خمسہ کے ذریعہ یعنی سائنسی طریقے سے ثابت ہو جائے۔ چنانچہ وہ دین ومذہب اور اس کے عقائد وتعلیمات کے برحق ہونے پر ''سائنسی شہادت'' طلب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان چیزوں کو اذعانی طور پر تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ اس سلسلے میں جدید ترین فلسفوں اور خاص کر منطقی اثباتین (لاجیکل پازیٹیو ازم) کا یہی مطالبہ ہے۔ لہذا اب اس نئی منطق کے مطابق قرآن عظیم اپنا رہبرانہ کردار ادا کرتے ہوئے ان کے اس مطالبے کو پورا کر رہا ہے اور ان کے سامنے سائنسی شہادتوں یا ثبوتوں کا ایک انبار لگا رہا ہے' جو خود سائنسی تحقیقات ہی کے ذریعہ ہمارے سامنے آرہے ہیں اور اس مظاہرہ ربوبیت کے ذریعہ قرآن کا نظریہ علم بھی محکم ہو جاتا ہے کہ انسان اپنی تلاش وجستجو اور غور وفکر کے ذریعہ حقیقت حال تک ضرور پہنچ سکتا ہے جو اس کے لئے باعث حجت ہو سکے۔ بالفاظ دیگر اس کی پہنچ ان نکات تک ضرور ہو سکتی ہے جن کو باری تعالیٰ اپنا وجد ثابت کرنے کی غرض سے اسے دکھانا چاہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ خلاق عالم کی عجیب و

غریب حکمت اور منصوبہ بندی ہے۔

قرآن کے تصوارت علم کیا ہیں؟

قرآن کے تصورات علم سے مراد وہ علمی حقائق یا علمی پیش گوئیاں یا وہ "غیبی اخبار" ہیں جو کتاب الٰہی میں اس کے کلام الٰہی ہونے کے ثبوت کے طور پر پہلا ہی سے درج ہیں جن کی تصدیق وتائید مستقبل کے حوادث وواقعات سے ہونے والی ہو۔ چنانچہ قرآن حکیم کے معجزہ ہونے کے کئی وجوہات میں سے ایک اس کے غیبی اخبار بھی ہیں جو بطور پیش خبری اس میں مندرج ہیں، جن کی تصدیق مستقبل میں ہونے والی ہو۔ چنانچہ علامہ باقلانی (م ۴۰۳ھ) نے تحریر کیا ہے کہ قرآن حکیم کے معجزہ ہونے کی تین صورتیں ہیں جو یہ ہیں: اس کے غیبی اخبار (۲) رسول اللہ ﷺ کا امی ہونا (۳) اور قرآن کا نظم کلام۔ (۲۳)

اور علامہ جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) نے بھی اس سلسلے میں مختلف علمأ کے اقوال تحریر کرتے ہوئے صراحت کی ہے کہ اس سلسلے میں قرآن اعجاز کے متعدد پہلو ہوسکتے ہیں، جن میں سے ایک اس کی غیبی خبریں بھی ہیں۔

الوجه الثالث ما انطوىٰ عليه من الاخبار بالمغيات ومالم يكن۔ (۲۴)

اور دوسری جگہ تحریر کرتے ہیں کہ قرآن کا معجزہ قیامت تک جاری رہے گا اسی طرح وہ اپنے اسلوب بلاغت اور غیبی اخبار میں بھی معجزہ ہے۔ چنانچہ ہر دور میں اس دی ہوئی خبر کے مطابق اس کا دعویٰ صحیح ثابت ہوتا رہے گا۔ (۲۵)

چنانچہ ان غیبی اخبار میں جس طرح بعض واقعات کے مستقبل میں پیش آنے کی خبر دی گئی ہے جیسے نصاریٰ کی آتش پرست ایرانیوں پر فتح کی پیش گوئی (روم:۱۔۶) اسی طرح دین اسلام کے دیگر ادیان پر غالب آنے کی پیش خبری بھی دی گئی ہے (دیکھئے: فتح:۲۸ اور نور ۵۵) اور یہ تمام پیش خبریاں اس وقت دی گئیں جب نصاریٰ اور مسلمان انتہائی کسمپرسی کے عالم میں تھے اور ان کے فتح یاب ہونے کی کسی کو بھی امید نہیں تھی لیکن یہ تمام پیش خبریاں حرف بحرف پوری ہوئیں۔

اسی طرح اس کلام حکمت میں "آیات الٰہی" کے اظہار کے سلسلے میں کچھ علمی خبریں یا علمی حقائق بھی بطور پیشگوئی موجود ہیں جن کی تصدیق علوم وفنون کی ترقی کے بعد ہونے والی ہے چنانچہ اس سلسلے میں بعض آیتیں پچھلے صفحات میں پیش کی جاچکی ہیں مثلاً سورۂ حم سجدہ آیت نمبر ۵۳، سورہ مومن ۸۱، انبیاء ۳۷ اور نمل ۹۳۔

غرض اس موقع پر آیات الٰہی کے اظہار کے سلسلے میں ایسی ہی بعض پیش گوئیوں کا تذکرہ مقصود ہے جو سائنسی علوم کی ترقی کی بدولت آج ہمارے سامنے موجود ہیں۔ چنانچہ ان علمی پیشگوئیوں پر تفصیلی بحث اگلے صفحات میں کی جارہی ہے جن کے ملاحظے سے ایک طرف خداوند عالم کی بات پوری ہوتی ہے تو دوسری طرف ہمارے ایمان میں بھی اضافہ ہوجاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

ونزلنا عليك الكتاب تبيانا لكل شئى وهدى ورحمة وبشرى للمسلمين (نحل:۸۹)

''اور ہم نے آپ پر وہ کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کی خوب وضاحت کرنے والی ہے۔اور وہ اہل اسلام کیلئے ہدایت، رحمت اور خوشخبری ہے۔''

قل نزله روح القدس من ربك بالحق ليثبت الذين امنوا وهدى وبشرى للمسلمين (نحل:۱۰۲)

''کہہ دو کہ اس کتاب کو روح القدس نے تمہارے رب کی طرف سے حقانیت کے ساتھ اتارا ہے تا کہ (اس کے ذریعہ) ایمان والوں کے قدموں کو جمائے رکھے اور فرمانبرداروں کیلئے ہدایت اور خوش خبری بن سکے۔''

ان آیات کے ملاحظے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ کتاب الٰہی میں ہر چیز یا ہر علم وفن کا تذکرہ بھی موجود ہے تا کہ وہ اہل اسلام کی ہدایت اور ان کی خوش خبری کا باعث بن سکے اور نئے نئے اکتشافات کے باعث وہ دل برداشتہ نہ ہوں یا ان کے پائے ثبات میں کسی قسم کی لغزش نہ آجائے۔ بلکہ جدید سے جدید تر اکتشافات کے ملاحظے سے خالق ارض وسما کی وہ نشانیاں سامنے آسکیں جن کو اس نے نوع انسانی کو سیدھے راستے پر لانے کی غرض سے مظاہر عالم میں رکھ چھوڑی ہیں۔اور ان نشانیوں کے ذریعہ قرآن حکیم کا کلام الٰہی ہونا ثابت ہو جائے تا کہ اس کے نتیجے میں وحی والہام کے برحق ہونے کی پھر سے تجدید ہو سکے۔

غرض قرآن حکیم کے علمی تصورات سے مراد وہ ''غیبی خبریں'' یا اس کے وہ علمی حقائق ہیں جو اس کتاب حکمت میں کہیں پر صراحتاً اور کہیں پر اشارتاً مذکور ہیں اور وہ عصری تحقیقات کی روشنی میں نکھر کر ہمارے سامنے آچکے ہیں۔ان حقائق ومعارف سے استدلال کر کے ہم عصر جدید میں کلام الٰہی کی صداقت کا سائنٹفک ثبوت فراہم کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ مادہ پرستانہ فلسفوں کا مطالبہ ہے اس اعتبار سے آج قرآن عظیم پوری نوع انسانی کے لئے مادہ پرستانہ فلسفوں کے چیلنج کے مقابلے میں ایک جوابی چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔

اللہ کی باتیں کبھی نہیں بدلتیں:

اس سلسلے میں ایک اصول یہ یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن حکیم کے منصوص بیانات جو لغت اور صحیح تفسیری اصولوں کے تحت ثابت شدہ ہوں ان کا مفہوم کبھی نہیں بدل سکتا' خواہ انسانی نظریات کتنے ہی کیوں نہ بدل جائیں کیونکہ قرآن حکیم کسی انسان کا کلام نہیں' بلکہ خدائے علیم وخبیر کے ''علم ازلی'' کا پرتو ہے' جسے کبھی زوال نہیں آسکتا۔ بالفاظ دیگر علم انسانی اپنے تجربات ومشاہدات کی رو سے اس کے تصورات علم کو کسی بھی حال میں شکست نہیں دے سکتا۔ بلکہ ہمیشہ اس کے آگے سرنگوں ہوتا رہے گا۔یعنی ہمیشہ اور دائمی طور پر اس کی تصدیق وتائید کے لئے خود کو مجبور پاتا رہے گا۔ چنانچہ ارشاد باری ہے:

الر، كتاب أحكمت اياته ثم فصلت من لدن حكيم خبير. (ہود:۱)

''الف لام را' یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں ایک حکمت والی اور ہر چیز کی خبر رکھنے والی ہستی کی جانب سے (علمی اعتبار سے) مضبوط ومستحکم کر کے پھر مفصل طور پر بیان کی گئی ہیں۔''

باقی صفحہ ۱۵ پہ

ڈاکٹر محمد افتخار کھوکر *

فرقہ وارانہ ہم آہنگی میں دینی صحافت کا کردار

اردو زبان میں استعمال ہونے والا لفظ ''صحافت'' انگریزی لفظ Journalism جرنلزم کا مترادف ہے جبکہ عربی زبان میں صحافت کا لفظ صحیفہ سے ماخوذ ہے۔

''صحیفہ کے لغوی معنی وہ چیز ہے جس پر لکھا جا سکے۔ اسی مناسبت سے ورق کی ایک جانب یعنی صفحہ کو بھی صحیفہ کہتے ہیں۔ جدید عربی میں صحیفہ بمعنی جریدہ اور اخبار بھی مستعمل ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ نامۂ اعمال' خط یا مکتوب' حکم یا فرمان' کتب سماویہ' سچے رسولوں پر نازل کی جانے والی کتابوں اور احکام وہدایت کیلئے بھی یہی لفظ استعمال ہوا ہے۔''(۱)

''صحیفہ سے مراد کتاب' رسالہ' لکھا ہوا' اخبار' کتابچہ اور وہ چھوٹی چھوٹی کتابیں جو اللہ تعالی نے بعض پیغمبروں پر نازل فرمائیں۔''(۲)

صحافت کی ایک معروف کتاب Exploring Journalism کے مصنفین' رولینڈ ای اولز لے اور لارنس آر کیمپ بیل نے صحافت کی مختصر مگر جامع تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

"Journalism is the system and reliable dissemination of public information, public opinion and public entertainment by modern mass media of communication."

ترجمہ: صحافت جدید وسائل ابلاغ کے ذریعے عوامی معلومات' رائے عامہ اور عوامی تفریحات کی باضابطہ اور مستند اشاعت کا فریضہ ادا کرتی ہے''(۳)

اللہ تعالیٰ نے جب انسان کی تخلیق کے بعد اولادِ آدم کو زمین پر بسایا تو اس کی ہدایت ورہنمائی کیلئے خالق کائنات نے اپنے نیک اور برگزیدہ بندوں کو پیامبر بنا کر بھیجا اور انسانیت کی فلاح وکامرانی کے لئے الہامی تعلیمات پر مبنی صحیفے نازل فرمائے۔ قرآن مجید میں لفظ ''صحیفہ'' آٹھ مقامات پر آیا ہے۔

۱۔ وقالوا لولا یاتینا بایة من ربه ط اولم تاتهم بینة مافی الصحف الاولیٰ O

ترجمہ: وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص اپنے رب کی طرف سے کوئی نشانی یا معجزہ کیوں نہیں لایا اور کیا ان کے پاس اگلے

---

* اسسٹنٹ پروفیسر' بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

صحیفوں کی تعلیمات کا بیان واضح نہیں آ گیا۔(۴)

۲۔ ام لم ینبا بما فی صحف موسیٰ O

ترجمہ: کیا اسے ان باتوں کی کوئی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ (علیہ السلام) کے صحیفوں میں ہے۔(۵)

۳۔ بل یرید کل امریٔ منھم ان یوتی صحفاً منشرۃO

ترجمہ: بلکہ ان میں سے تو ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ اس کے نام کھلے خط بھیجے جائیں۔(۶)

۴۔ کلا انھا تذکرۃ O فمن شآء ذکرہ O فی صحف مکرمۃ O مرفوعۃ مطھرۃOبایدی سفرۃ Oکرام بررۃ O

ترجمہ: ہرگز نہیں' یہ تو ایک نصیحت ہے' جس کا جی چاہے اسے قبول کرے۔ یہ ایسے صحیفوں میں درج ہے جو مکرم ہیں' بلند ہیں' پاکیزہ ہیں معزز اور نیک کاتبوں کے ہاتھوں میں رہتے ہیں۔(۷)

۵۔ واذا الصحف نشرت O

ترجمہ: اور جب اعمال نامے کھولے جائیں گے۔(۸)

۶۔ ان ھذا لفی الصحف الاولی O

ترجمہ: یہی بات پہلے آئے ہوئے صحیفوں میں بھی کہی گئی تھی۔(۹)

۷۔ صحف ابراھیم و موسیٰ O

ترجمہ: ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحیفوں میں۔(۱۰)

۸۔ رسول من اللہ یتلوا صحفاً مطھرۃO

ترجمہ: اللہ کی طرف سے ایک رسول' جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے۔(۱۱)

قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ انسان کی تخلیق کے ساتھ ہی اس کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے ہر دور میں آسمانی صحیفے نازل کئے جاتے رہے۔ قرآن مجید آخری الہامی کتاب ہے' جس میں کئی جگہ قلم کا ذکر موجود ہے۔ بطور مثال صرف دو سورتوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

۱۔ ن والقلم وما یسطرون O

ترجمہ: ن قسم ہے قلم' اور اس چیز کی' جسے لکھنے والے لکھ رہے ہیں۔(۱۲)

۲۔ اقراء وربک الاکرام O الذی علم بالقلم O

ترجمہ: پڑھو! تمہارا رب بڑا کریم ہے' جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔(۱۳)

قرآن مجید میں جن پیغمبروں کا ذکر آیا ہے ان میں حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق عربی روایت ہے کہ ''فن تحریر اور خیاطی کے موجد وہی تھے''(۱۴)

حضرت ایوب علیہ السلام مقام "عوض" میں رہتے تھے جو کلدانیوں کی سرزمین (ارض بابل) اور اہل سبا کے ملک یمن کے درمیان واقع تھی۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے ایک موقع پر فرمایا:

"ہے کوئی جو لائے اپنا قلم اور لوگ لکھ لیں میرا کلام ہے کوئی جو لائے ایک دفتر' اور لوگ قلمبند کر لیں لوہے کی قلم سے سیسہ کے پتھر پر ہمیشہ کے کئے کندہ کر لیں۔"(۱۵)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پتھر کی تختیوں پر کندہ احکام شریعت عطا کئے جانے کا تذکرہ قرآن مجید میں اس طرح کیا گیا ہے۔

"پچھلی نسلوں کو ہلاک کر کے ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو (پتھر کی تختیوں پر کندہ) کتاب عطا کی۔ لوگوں کے لئے بصیرتوں کا سامان بنا کر' ہدایت اور رحمت بنا کر' تا کہ لوگ سبق حاصل کریں۔"(۱۶)

مولانا ابوالجلال ندوی کے مطابق:

"موئن جوڈرو اور ہڑپہ کی مہروں کے دریافت ہونے سے پہلے تک پاک و ہند میں پائے جانے والے قدیم نوشتوں کی قدامت ۲۵۰ قبل مسیح متعین کی جاتی تھی۔ ہڑپہ کی مکتوب مہریں ایک ہزار سال قبل مسیح سے پہلے زمین میں دفن ہو گئی تھیں۔ ان کے وجود کا علم بیسویں صدی کے ابتداء تک کسی کو نہ تھا۔ عرب کے دیار میں جو تحریریں ملی ہیں ان کی قدامت ۱۸۰۰ برس قبل مسیح تک پہنچی ہے۔ یونان میں ایک ہزار برس قبل مسیح تحریر کا فن رائج ہوا۔ مصر کی تحریروں کی قدامت ساڑھے تین ہزار سال قبل مسیح تک پہنچی ہے۔"(۱۷)

انور علی دہلوی کی تحقیق کے مطابق:

"پرانے وقتوں کے کتبے اور ستون' جن کا حال ہی میں پتہ چلا ہے۔ خبر رسانی کی تاریخ کی گمشدہ کڑیاں ہیں۔ اس زمانہ میں ستونوں اور چٹانوں پر عبارتیں کندہ کر کے سرکاری قوانین' مذہبی احکام اور اخلاقی اصول لوگوں تک پہنچائے جاتے تھے۔ آگے چل کر ستونوں کی جگہ تانبے کی چادروں نے لے لی۔ جن پر عبارتیں درج کی جاتی تھیں جن کے پڑھنے سے اس وقت کے معاشرتی اور اقتصادی حالات کے بعض اہم پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ چٹانوں اور ستونوں پر عبارتیں کندہ کرنے کی مثالیں ہمیں دوسرے ملکوں کی تاریخ میں بھی ملتی ہیں۔ مثلاً بابل و نینوا کے شہروں میں بھی چٹانوں پر عبارتیں کندہ کی جاتی تھیں۔ اسی طرح کا ایک قدیم پتھر کا کتبہ القدس (بیت المقدس) کے جنوب مشرق سرے کی ایک پہاڑی پر ملا ہے اس کی زبان انجیلی عبرانی ہے اور کم و بیش سات سو سال قبل مسیح کا ہے۔"(۱۸)

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے کوئی ۷۵۱ سال پہلے رومن راج میں روزانہ ایک قلمی خبر نامہ جاری کیا جاتا تھا۔ جس میں سرکاری اطلاعات اور میدان جنگ کی خبریں بھی ہوتی تھی۔ اس قلمی خبر نامے کو 'اک ٹا ڈیوری' کہتے تھے یہ لاطینی زبان کا لفظ تھا جو Acta اور Durna سے مرکب ہے۔ اول الذکر کے معنی کاروائی اور موخر الذکر کے معنی ہیں "روزانہ"۔(۱۹)

انسانیت کی ہدایت و رہنمائی کے لئے آخری صحیفے قرآن مجید کے نزول کا آغاز نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ پر ہوا تو آپؐ نے تدریج کے ساتھ نازل ہونے والے پیغامات ربانی کو قلمبند کروانے کا اہتمام فرمایا۔ اصحاب رسولؐ میں سے جو لکھنا جانتے تھے۔ انہوں نے اہتمام کے ساتھ کلام ربانی کو ضبط تحریر میں لانے کا سلسلہ شروع کیا۔

''تاریخ عالم کی پہلی اسلامی ریاست مدینہ منورہ میں وجود میں آئی تو اس وقت اطلاعات و اخبارات کا باقاعدہ نظام موجود نہیں تھا۔ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں اس سلسلہ میں کچھ پیش رفت ہوئی' لیکن نظام مراسلت کا باقاعدہ آغاز کاتب وحی حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں ہوا۔ خلیفہ عبدالمالک کے دور اقتدار میں نظام البرید کو زیادہ بہتر انداز میں منظم کیا گیا۔ خلافت عباسیہ کے معروف حکمران خلیفہ ہارون الرشید نے ایرانی النسل وزیر یحییٰ کی مدد سے خبر رسانی کے نظام کو جدید خطوط پر استوار کیا۔ جس کے نتیجے میں سلطنت عباسیہ کو مضبوط و مستحکم کرنے میں خاص مدد ملی۔ (۴۰)

برصغیر پاک و ہند میں خبر رسانی کے تاریخی ارتقاء کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ:

اشوک کے عہد سے لے کر مغلوں کے دور تک خبروں کی ترسیل و اشاعت کا محدود پیمانے پر کوئی نہ کوئی نظام ہمیشہ موجود رہا جو ہر زمانے میں فرمانرواؤں کو ملک کے حالات اور رعایا کے خیالات سے باخبر رکھنے کی خدمت انجام دیتا تھا۔ ہر دور کے ہندوستانی حکمرانوں نے خبر رسانی کے نظام کی ضرورت کو محسوس کیا' مغلوں نے خبر رسانی کو اعلیٰ پیمانے پر منظم کیا۔ اس مقصد کے لئے وقائع نگار' سوانح نگار' خفیہ نویس اور ہرکارے متعین کئے جو سلطنت ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے تھے (۴۱)

انور دہلوی کے مطابق

''شیر شاہ سوری کے عہد میں تو خبر رسانی کا ایسا نظام قائم تھا کہ اس کی مثال اس سے پیشتر کہیں نہیں ملتی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہندوستانی بادشاہوں نے خبر رسانی کی اہمیت کو اس حد تک محسوس کر لیا تھا کہ ہر ضلع میں ایک اخبار نویس ضرور ہوا کرتا تھا۔ جو اپنے علاقے کی خبریں بادشاہ اور اس کے وزیروں کو بھیجا کرتا تھا۔''(۴۲)

مغلوں کے دور حکومت میں اخبار نویسی کے حوالے سے ابوالفضل نے ''آئین اکبری'' میں لکھا ہے:

''واقعات سلطنت کو قلمبند کرنا نہ صرف مملکت کی ترقی اور انتظام کے لئے ضروری ہے بلکہ ہر طبقہ اور ہر مجلس کی رونق بحال رکھنے کے لئے بھی ضروری ہے۔ اگرچہ قدیم زمانے میں بھی اس طرح کا پتہ چلتا ہے۔ مگر اس کی اصلیت سے اہل زمانہ کو اس عہد مبارک (مغلیہ دور حکومت) میں آگاہی ہوئی۔ (۴۳)

ہندوستان کے ایک مورخ جادو ناتھ سرکار نے مغلوں کے عہد میں خبر رسانی کے انتظام کا سلسلہ میں اپنی کتاب ''مغل ایڈمنسٹریشن'' میں لکھا ہے کہ

''مرکزی حکومت کو جن ذرائع سے خبریں حاصل ہوتی تھیں۔ وہ قائع نگار' سوانح نگار اور خفیہ نویس و

ہرکارے تھے۔ ہرکارے کے علاوہ باقی تینوں خبریں لکھ کر بھیجتے تھے جبکہ ہرکارہ زبانی خبریں سناتا تھا۔ وقائع نویس اور سوانح نگار میں فرق صرف یہ تھا کہ وقائع نویس زیادہ پابندی کے ساتھ خبروں کی اطلاع دیا کرتا تھا اور سوانح نگار کا کام خاص اور اہم واقعات کی اطلاعات دینا تھا۔"(۲۴)

دنیا میں مطبوعہ صحافت کا آغاز اور ارتقاء کب اور کہاں سے ہوا' اس کے متعلق شعبہ البلاغیات کے ماہر ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کی تحقیق یہ ہے کہ:

"اصل معنوں میں دنیا کا پہلا اخبار "ٹی پاؤ" (محل کی خبریں) تھا۔ جواب سے ایک ہزار سال پہلے چین سے نکلا۔ اور ۱۹۱۱ء تک "پیکن گزٹ" کے نام سے جاری رہا۔ گویا کاغذ کی ایجاد' طباعت کی ایجاد اور سب سے پہلے اخبار کے اجراء کا سہرا چین کے سر ہے۔"(۲۵)

مطبوعہ صحافت کا مغربی دنیا میں آغاز و اجراء کب ہوا' اس کا متعلق سید اقبال قادری کی رائے یہ ہے کہ:

"مغربی ممالک جہاں صنعتی انقلاب کے نتیجہ میں دوسری مختلف قسم کی مشینیں بننے لگیں تو اس کے ساتھ ہی طباعت کی مشینیں بھی تیار ہونے لگیں۔ جس سے فن طباعت کو صحیح معنوں میں فروغ حاصل ہوا۔ ۱۴۵۵ میں کٹن برگ نے طباعت کا آغاز سب سے پہلے انجیل چھاپ کر کیا۔ اس کے لئے دیدہ زیب کتابت کے بلاک بنوائے گئے اس کے بعد ٹائپ ایجاد ہوا۔ جس سے طباعت میں مزید سہولت ہوگئی۔ ۱۴۷۰ء میں "جیں سین" نے رومن ٹائپ تیار کئے۔ انگلستان میں ولیم کاکسٹن نے ایجاد شدہ ٹائپ میں مزید خوبصورتی پیدا کیا۔ جس کے نتیجہ میں مطبوعہ کتابیں زیادہ آسانی سے پڑھی جانے لگیں۔ اس کے بعد ایک اطالوی گیام باطستہ بودونی نے مزید بہتر ٹائپ ایجاد کئے۔ دستی پریس کے طویل دور کے بعد ۱۸۱۱ء کو سٹیم انجن کی ایجاد ہوئی تو چھپائی کی مشینیں بھی بھاپ کی مدد سے کام کرنے لگیں۔ جس کے نتیجہ میں چھپائی کی رفتار کئی گنا بڑھ گئی۔(۲۶)

ٹائپ کی طرز طباعت میں حروف کی پوری عبارت تیار کی جاتی تھی اور اس کے طباعت بھی چھوٹے سائز کے صفحہ پر ہوتی تھی۔ اس لئے طباعت کے میدان میں تجربات کا سلسلہ جاری رہا۔ انہی تجربات کے نتیجہ میں' بقول ڈاکٹر عبدالسلام خورشید۔

"۱۸۳۶ء میں ٹائپ کے مقابلے میں لیتھو کی طباعت شروع ہوئی۔ اس طرز طباعت کے ذریعے ہاتھ سے لکھی جانے والی ہر قسم کی تحریر زیادہ بڑے سائز کے کاغذ پر اور کم قیمت پر چھپنے لگی۔ اس لئے اس طرز طباعت کو بہت قبول عام حاصل ہوگیا۔"(۲۷)

لیتھو طرز طباعت کا سلسلہ جاری تھا کہ نت نئے تجربات کی وجہ سے ونڈائک طرز طباعت متعارف ہوئی۔ اس کے نتیجہ میں کتابت و طباعت کی حسن و رعنائی میں اضافہ ہوگیا۔ ونڈائک طرز طباعت کے ساتھ ہی آفسیٹ طرز طباعت کو بھی فروغ ملا۔ لیکن اس کا طرز کتابت قدرے مہنگا تھا۔ کیونکہ پہلے بڑے سائز پر کتابت کی جاتی تھی اس کے

بعد پازیٹو بنا کر چھوٹا کیا جاتا تھا۔اس عمل کے ذریعے کتابت بہت خوبصورت ہو جاتی تھی اور طباعت بھی جاذب نظر ہوتی تھی لیکن اس سارے عمل میں بہت زیادہ اخراجات آتے تھے۔

یہ طرز کتابت و طباعت اس وقت دم توڑنے لگا جب ہاتھ کی کتابت کی جگہ کمپیوٹر کمپوزنگ (نوری نستعلیق) نے لے لی۔ابتداء میں نوری نستعلیق بھی مہنگا طرز کتابت تھا۔لیکن کمپیوٹر کی قیمتوں میں بتدریج کمی اور نوری نستعلیق کی طرز پر ''شاہکار'' ''شیراز'' ''نظامی'' اور ''ان پیج'' جیسے نئے اور سستے پروگرام آنے کی وجہ سے یہ طرز کتابت (کمپیوٹر کمپوزنگ) ہاتھ کی کتابت سے بہتر اور ارزاں بھی ہو گیا۔ہاتھ کی کتابت کے مقابلے میں اسے برق رفتار طرز کتاب بھی کہا جا سکتا ہے۔

اردو صحافت میں کمپیوٹر کے عمل دخل نے اسے نئی جہتوں سے ہمکنار کیا ہے۔کتاب کے ایک صفحے کی ترتیب سے لے کر اخبار کے پہلے صفحہ سے لے کر آخری صفحہ تک،سارا اخبار کمپیوٹر کے ذریعے تیار ہونے لگا ہے اور اب تو ای میل اور انٹرنیٹ نے صحافت میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔

ہماری اردو صحافت کی مختلف جہتیں ہیں۔ان میں سیاسی،معاشی،معاشرتی اور کھیل و ثقافت سبھی کچھ شامل ہے لیکن ان میں سے ایک اہم اور موثر جہت دینی صحافت کی ہے۔اردو اخبارات کے ہفتہ وار دینی ایڈیشنز کے علاوہ ملک بھر میں مختلف مکاتب فکر کے افکار و خیالات کے ترویج و اشاعت کے لئے ایک ہزار سے زیادہ ہفتہ وار،پندرہ روزہ اور ماہانہ پرچے شائع ہو رہے ہیں۔جو ملک کے معاشی،معاشرتی اور سیاسی حالات و واقعات پر اثر انداز ہوتے ہیں۔اردو صحافت کی اس اہم جہت ''دینی صحافت'' کے متعلق اردو صحافت کے عام قاری کی معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں اور وہ اس قسم کی صحافت کو مسلکی اور فرقہ ورانہ صحافت سے موسوم کرتا ہے۔اس ابہام کو دور کرنے کے لئے کہ دینی صحافت کیا ہے؟اس کا معنی اور مفہوم کیا ہے؟اس سلسلہ میں ملک کے مختلف صاحب الرائے افراد اور اہل علم شخصیات کی آراء معلوم کرنے کے لئے رابطہ کیا گیا۔ان میں درج ذیل شخصیات نے دینی صحافت کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا۔

ڈاکٹر اسرار احمد کے مطابق:

''میرے نزدیک مسالک و مکاتب فکر کی بنیاد پر شائع ہونے والے رسائل کو دینی صحافت قرار دیا جا سکتا ہے۔''(۲۸)

مفتی محمد تقی عثمانی کی رائے میں:

''اگرچہ مختلف مسالک و مکاتب فکر کے تشخص کے ساتھ رسالہ نکالنا پسندیدہ نہیں،لیکن جب کوئی شخص پاکستان کی دینی صحافت کے بارے میں علمی و تحقیقی کام کرے گا تو میری رائے میں ایسے رسائل کا ذکر ضروری ہے۔''(۲۹)

محمد صلاح الدین کے مطابق:

''مختلف مسالک و مکاتب فکر کی بنیاد پر شائع ہونے والے رسائل و جرائد کو دینی صحافت قرار دیا جا سکتا ہے۔''(۳۰)

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کے نزدیک:

''دینی صحافت کے ضمن میں مذہبی مکاتب فکر کے رسالے ضرور شامل ہوں گے ان کے بغیر یہ موضوع ادھورا رہتا ہے۔ [۳۱]

پیر محمد کرم شاہ کی رائے میں۔

''وہ رسائل جو عقائد کے میدان میں تعمیر کی بجائے تخریب کی نمائندگی کرتے ہیں ملت کو متحد کرنے کی بجائے ان میں اختلافات کو ہوا دے کر ایک دوسرے کے خلاف دست بگر بیان کرنے کے درپے ہیں، انہیں دینی صحافت میں شامل نہ کرنا ہی بہتر ہے۔ [۳۲]

ڈاکٹر مسکین علی حجازی کے مطابق:

''دینی صحافت سے مراد وہ صحافت ہے جو دین کی تعلیمات اور اس کی تبلیغ، تشریح وتوجیہہ کے لئے مختص ہو، خواہ یہ کام مختلف مسالک ومکاتب فکر کے زاویہ نگاہ ہی سے ہو۔ اس کے علاوہ اخبارات میں بھی دینی کالم شائع ہوتے ہیں، جو غیر فرقہ وارانہ نوعیت کے ہوتے ہیں وہ بھی دینی صحافت کے زمرے میں آتے ہیں۔ [۳۳]

ڈاکٹر ایس ایم زمان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ:

''دینی صحافت میں وہ تمام رسائل وجرائد شامل ہیں، جو مسلک ومکاتب فکر کی بنیاد پر شائع ہوتے ہیں۔ کسی مجلّہ یا جریدہ کی پالیسی سے اختلاف رائے کیا جاسکتا ہے لیکن انہیں دینی صحافت کے دائرے سے خارج نہیں کیا جاسکتا۔'' [۳۴]

جاوید احمد غامدی کی رائے میں:

''دین کی جس تعبیر کو بھی کوئی شخص اپنے فہم فکر کے مطابق صحیح سمجھتا ہے وہ اگر اس کے اظہار یا اس کی دعوت و تبلیغ کے لئے کوئی رسالہ یا اخبار نکالتا ہے تو اسے دینی صحافت ہی قرار دیا جائے گا۔ اس وقت جو مکاتب فکر مسلمانوں میں موجود ہیں، وہ اپنے اپنے نقطہ نظر کے مطابق دین کی تعبیرات ہی ہیں۔ ہم بے شک اپنی تحقیق کی بنیاد پر ان میں کسی کو غلط کہہ سکتے ہیں یا اس سے جزوی یا کلی طور پر اختلاف کرسکتا ہیں لیکن اسے دینی صحافت کے عنوان ہی سے خارج قرار دینے کا حق تو ہم بہرحال نہیں رکھتے۔ [۳۵]

مولانا گوہر الرحمان کے خیال میں:

''دینی صحافت کا کردار دین اسلام کی تبلیغ واشاعت اور اس کے قیام ونفاذ کی جدوجہد کرنا ہے تاکہ صالح معاشرے کی تشکیل ہوسکے۔ باقی رہی فقہی مسالک ومکاتب فکر کی بنیاد پر کام کرنے والی صحافت، تو فروعی اور اختلافی مسائل کی بنیاد پر فرقہ وارانہ تعصبات پھیلانے والی صحافت کو کس طرح بھی دینی صحافت قرار نہیں دیا جاسکتا۔'' [۳۶]

ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے مطابق:

''یہ چیز بڑی واضح ہے کہ مسالک ومکاتب فکر کے نمائندہ رسائل وجرائد بھی دینی صحافت کا حصہ ہیں یہ الگ بات ہے کہ یہ دینی رسائل وجرائد بالعموم مخصوص نظریات کی ترویج کے لئے کام کررہے ہیں۔ [۳۷]

ڈاکٹر محمد اسلم صدیقی کی رائے یہ ہے کہ:

''مسالک و مکاتب فکر کی بنیاد پر شائع ہونے والے رسائل و جرائد کے مثبت اور منفی کردار سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔اس لئے ایسے تمام رسائل دینی صحافت میں شامل ہونے چاہئیں۔''(۳۸)

ڈاکٹر سفیر اختر اس سلسلہ میں کہتے ہیں۔

''اگر مسلک و مکاتب فکر کی بنیاد پر شائع ہونیوالے رسائل و جرائد' دینی صحافت کے زمرے میں نہیں آتے تو پھر کن رسائل کو دینی صحافت قرار دیا جاسکتا ہے؟ اس لئے میری رائے میں مسالک و مکاتب فکر کے ترجمان رسائل بھی دینی صحافت کا حصہ ہیں''(۳۹)

مفتی عبدالقیوم ہزاروی کے مطابق:

''مختلف مکاتب فکر کی طرف سے شائع ہونے والے رسائل و جرائد بھی دینی صحافت کا حصہ ہیں۔ کیونکہ صحافت' صحیفہ' صحف' لکھے ہوئے کاغذ کو اور سطح زمین کو اور تختی وغیرہ کو کہا جاتا ہے۔اس لغوی معنی کی مناسبت سے ہی عرفی معنی میں یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔''(۴۰)

دینی صحافت اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی:

دینی صحافت کے متعلق عام تاثر یہ ہے کہ مروجہ اخبارات ورسائل کے مقابلے میں دینی جرائد و رسائل ملک میں فرقہ واریت اور مسلکی تشدد کو پروان چڑھا رہے ہیں۔فروعی مسائل اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایک دوسرے کو کافر قرار دیا جاتا ہے اور اس کی آڑ میں نوجوانوں کو مشتعل کر کے دوسرے مکتب فکر کے رہنماؤں کو دینی فریضہ سمجھتے ہوئے بے دردی سے قتل کر دیا جاتا ہے۔یہ تاثر محدود اور علاقائی سطح پر چھپنے والے چند پرچوں کے متعلق تو ممکن ہے کہ درست ہو لیکن مجموعی طور پر دینی صحافت سے وابستہ رسائل و جرائد ملک و قوم کے اتحاد و اتفاق اور قومی یک جہتی کے لئے مصروف عمل ہیں۔

بریلوی مکتب فکر کے پرچے ماہنامہ ضیائے حرم لاہور کے مطابق حکومت کے فرائض میں یہ شامل ہے کہ چاروں صوبوں میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے لئے کام کرے۔بعض ملک دشمن عناصر' دانستہ طور پر ملکی سالمیت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ ہرگز نہ کیا جائے۔(۴۱)

دیوبندی مکتب فکر کے پرچے ماہنامہ البلاغ کراچی نے پرتشدد ہنگاموں کے خلاف اپنے اداریے میں لکھا۔

''اس وقت کراچی میں شدید ہنگامے برپا ہیں۔حالات نزاکت کے آخری مرحلے تک پہنچے ہوئے ہیں۔ملک کا سب سے بڑا اور بارونق شہر کراچی جسے پاکستان کا دل کہنا چاہیے کئی روز سے ویران پڑا ہے۔حکومت کو چاہیے کہ وہ فسادات اور ہنگاموں کے خاتمے کے لئے موثر اور فوری اقدامات کرے۔''(۴۲)

اہل حدیث مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے پرچے ہفت روزہ الاعتصام لاہور نے ملکی حالات پر اپنی تشویش کا

اظہار کرتے ہوئے لکھا۔ ''سندھ بالخصوص کراچی میں فسادات نے جو خطرناک رخ اختیار کرلیا ہے۔ وہ انتہائی افسوسناک ہے۔ یہ اختلاف رائے سے بڑھ کر اشتعال انگیزی اور اس سے بڑھ کر باہمی تصادم تک جا پہنچے ہیں اور حالات کو اس حد تک لانے میں کہیں بیرونی قوتوں کا ہاتھ تو نہیں ہے؟'' (۴۳)

شیعہ مکتب فکر کے پرچے ماہنامہ ''پیام عمل'' لاہور نے فرقہ واریت پر تشویش کا اظہار اس طرح کیا۔ ''آج ہماری ناچاقی اور باہمی انتشار کا نتیجہ ہے کہ قبلہ اول دشمن کے نرغے میں ہے اور ہم کچھ کر نہیں سکتے۔ یوں تو اتحاد ہمیشہ امت کی ضرورت رہا ہے مگر اس دور میں اتحاد کی از حد ضرورت ہے ہمیں اپنے فقہی اختلافات سے بلند ہو کر یک جان ہو جانا چاہیے اور فتنہ پرداز لوگوں سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ جو سنی اور شیعہ اختلافات کو ہوا دیتے ہیں۔ مسلمانوں میں تفریق سے دشمنوں کو فائدہ پہنچا ہے اور امت مسلمہ کو نقصان ہی نقصان پہنچا ہے۔'' (۴۴)

ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور نے فرقہ واریت کے متعلق لکھا۔ ''پوری تاریخ گواہ ہے کہ تفرقہ خاندانوں' اداروں' قوموں' جماعتوں اور سلطنتوں کی بربادی کا باعث بنتا ہے۔ فرقہ واریت کے سیلاب کی جو موجیں ہماری مسجدوں اور تنظیموں میں داخل ہو رہی ہیں۔ انہیں روکنے کی کوشش نہ کی گئی تو نہ کوئی سنی بچے گا اور نہ ہی کوئی شیعہ باقی رہے گا۔ (۴۵)

دینی صحافت' جسے ہمارا مغرب زدہ طبقہ اہمیت نہیں دیتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ محدود اشاعت والے ان پرچوں کی حیثیت اور اہمیت کیا ہے۔ حالانکہ صورت حال یہ نہیں ہے۔ مختلف مکاتب فکر کے دینی رسائل کا مضبوط اور موثر حلقہ اثر ان کے ہم مسلک ائمہ کرام اور خطیب حضرات ہیں جو اپنے مسلکی رسائل میں شائع ہونے والی تحریروں کے ذریعے' ہفتہ میں ایک بار جمعۃ المبارک کے روز اپنی مساجد میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے آنے والے ہزاروں کی تعداد میں عوام الناس کو متاثر کرتے ہیں۔ اس لئے اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ عام روزنامہ اخبارات اور ہفتہ وار و ماہانہ رسائل کی طرح دینی معلومات کی تشنگی کو دور کرنے کے لئے دینی رسائل کی طرح اب روزنامہ اخبارات' ہفتہ وار اور ماہانہ رسائل بھی دینی موضوعات پر اہتمام کے ساتھ تحریریں شائع کرنے لگے ہیں۔

آج دنیا جن' معاشرتی اور سیاسی تبدیلیوں کی زد میں ہے اس سارے عالمی تناظر کو اپنے پیش نظر رکھتے ہوئے فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے لئے دینی صحافت سے وابستہ رسائل و جرائد کو درج ذیل امور کی جانب توجہ دینا ہوگی۔

☆ پاکستان اسلامی نظریاتی مملکت ہے' اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے تمام دینی رسائل باہم مل کر ایک ضابطہ اخلاق تیار کریں کہ ان کے پرچے میں پاکستان کے اساسی نظریے کے خلاف کبھی کچھ نہیں لکھا جائے گا۔

☆ پاکستان مسالک و مکاتب فکر کی بنیاد پر وجود میں نہیں آیا۔ اس لئے پاکستان کے نظریاتی تشخص اور اتحاد و سالمیت کے پیش نظر دینی صحافت سے وابستہ رسائل فرقہ وارانہ نفرتوں کے بجائے باہمی رواداری اور بھائی چارے کو فروغ دینے کی کوشش کریں گے۔

☆ پاکستان کی عمومی مطبوعہ صحافت میں جلب زر کی خاطر واقعات کو توڑ مروڑ کر اور مسخ کر کے پیش کیا جاتا ہے

جس کی وجہ سے معاشرے میں انتشار اور انارکی پھیلتی ہے اس کے مقابلے میں دینی صحافت سے وابستہ رسائل اعلیٰ دینی اقدار اور روایت کے امین ہوتے ہیں اس لئے ان روایات کو مدنظر رکھ کر عوام کی رہنمائی کا فریضہ انجام دینا چاہیے۔

☆ دینی صحافت سے وابستہ رسائل کو اپنے مسلک و مکتب فکر کے نقطہ نظر سے دینی مسائل پر ضرور لکھنا چاہیے لیکن ان تحریروں کا رنگ مناظرانہ نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ ان کا انداز علمی و فکری نوعیت کا ہونا چاہیے۔ اپنے مسلکی موقف کو جارحانہ اور مناظرانہ انداز پیش کرنے کے بجائے دلائل و براہین کی بنیاد پر قارئین کے سامنے پیش کرنا چاہیے۔

☆ دینی صحافت سے وابستہ رسائل کا دائرہ کار شہر کی جامع مسجد سے لے کر دیہات کی عام مسجد کے خطیب و امام تک ہوتا ہے اس لئے دینی رسائل کے ذریعے ہر سطح کے ائمہ و خطباً حضرات کو ایسی فکر انگیز اور با مقصد تحریریں پہنچائی جاسکتی ہیں جو اتحاد امت کا درس دیتی ہوں۔ اس سے مختلف مکاتب فکر کے علمأ میں باہمی رواداری کو فروغ دینے میں مدد ملے گی۔

دینی صحافت سے وابستہ رسائل و جرائد اپنی تحریروں میں اگر مندرجہ بالا امور کو اپنے پیش نظر رکھیں تو نہ صرف دینی حلقوں میں، بلکہ عوام الناس کی سطح پر بھی خوشگوار نتائج مرتب ہوں گے اور معاشرے میں باہمی رواداری اور ایک دوسرے کو برداشت کا جذبہ پروان چڑھے گا۔

حوالہ جات

۱۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور۔ جلد ۵، صفحہ ۵۴۵

۲۔ سرہندی وارث، علمی اردو لغت (جامع) علمی کتب خانہ لاہور۔ صفحہ ۹۷۵

۳۔ قادری، سید اقبال، رہبر اخبار نویسی، ترقی اردو بیورو نئی دہلی، صفحہ ۲۱

۴۔ قرآن مجید۔ سورۃ طٰہٰ آیت ۱۳۳ ۵۔ قرآن مجید۔ سورۃ النجم آیت ۳۶

۶۔ قرآن مجید۔ سورۃ المدثر آیت ۵۲ ۷۔ قرآن مجید۔ سورۃ عبس آیت ۱۱ تا ۱۶

۸۔ قرآن مجید۔ سورۃ التکویر آیت ۱۰ ۹۔ قرآن مجید۔ سورۃ الاعلیٰ آیت ۱۸

۱۰۔ قرآن مجید۔ سورۃ الاعلیٰ آیت ۱۹ ۱۱۔ قرآن مجید۔ سورۃ البینہ آیت ۲

۱۲۔ قرآن مجید۔ سورۃ القلم آیت ۱ ۱۳۔ قرآن مجید۔ سورۃ العلق آیت ۳، ۴

۱۴۔ ندوی، مولانا ابوالجلال، انسان نے لکھنا کیسے سیکھا؟ ابوالجلال ندوی اکیڈمی، کراچی، صفحہ ۱۶

۱۵۔ ندوی، مولانا ابوالجلال، انسان نے لکھنا کیسے سیکھا؟ ابوالجلال ندوی اکیڈمی، کراچی، صفحہ ۱۶

۱۶۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، ترجمہ قرآن مجید، سورۃ القصص، ادارہ ترجمان القرآن لاہور۔ صفحہ ۹۸۸

۱۷۔ ندوی، مولانا ابوالجلال، انسان نے لکھنا کیسے سیکھا؟ ابوالجلال ندوی اکیڈمی، کراچی، صفحہ ۱۸

۱۸۔ دہلوی، انور علی، اردو صحافت اردو اکادمی، دہلی۔ صفحہ ۱۴
۱۹۔ صدیقی، محمد عتیق، ہندوستانی اخبار نویسی۔ انجمن ترقی اردو، دہلی صفحہ ۲۳
۲۰۔ ناز، ایم ایس، اخبار نویسی کی مختصر ترین تاریخ۔ سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۸۸ء
۲۱۔ صدیقی، محمد عتیق۔ ہندوستانی صحافت کے دو سو سال۔ ماہنامہ آج کل دہلی۔ شمارہ جنوری ۱۹۸۰ء
۲۲۔ دہلوی، انور علی، اردو صحافت اردو اکادمی، دہلی۔ صفحہ ۱۵
۲۳۔ دہلوی، انور علی، اردو صحافت اردو اکادمی، دہلی۔ صفحہ ۱۶
۲۴۔ دہلوی، انور علی، اردو صحافت اردو اکادمی، دہلی۔ صفحہ ۱۷
۲۵۔ خورشید، عبدالسلام ڈاکٹر، داستان صحافت، مکتبہ کارواں، لاہور، صفحہ ۱۲
۲۶۔ قادری، سید اقبال، رہبر اخبار نویسی، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی، صفحہ ۳۳
۲۷۔ خورشید، ڈاکٹر عبدالسلام، صحافت، پاک و ہند میں، مکتبہ کارواں، لاہور، صفحہ ۱۱
۲۸۔ اسرار احمد، ڈاکٹر، مدیر مسئول۔ ماہنامہ میثاق لاہور سے مقالہ نگار کی خط و کتابت
۲۹۔ عثمانی، محمد تقی مفتی، مدیر اعلیٰ، ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی سے مقالہ نگار کی خط و کتابت
۳۰۔ صلاح الدین، محمد، مدیر اعلیٰ ہفت روزہ تکبیر، کراچی سے مقالہ نگار کی خط و کتابت
۳۱۔ ظہور احمد، ڈاکٹر، شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی لاہور سے مقالہ نگار کی خط و کتابت
۳۲۔ شاہ، پیر محمد کرم۔ سرپرست ماہنامہ ضیائے حرم لاہور سے مقالہ نگار کی خط و کتابت
۳۳۔ حجازی، مسکین علی ڈاکٹر، سابق صدر شعبہ ابلاغیات پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ملاقات۔
۳۴۔ زمان، ایس ایم ڈاکٹر، سابق وائس چانسلر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے مقالہ نگار کی خط و کتابت
۳۵۔ غامدی، جاوید احمد، مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''اشراق'' لاہور سے مقالہ نگار کی خط و کتابت
۳۶۔ گوہر الرحمٰن، مولانا، شیخ الحدیث مدرسہ تفہیم القرآن مردان سے مقالہ نگار کی خط و کتابت
۳۷۔ قادری، محمد طاہر، ڈاکٹر، سرپرست ماہنامہ منہاج القرآن لاہور سے مقالہ نگار کی خط و کتابت
۳۸۔ صدیقی، محمد اسلم، ڈاکٹر۔ سابق چیئرمین شعبہ مساجد، پنجاب یونیورسٹی لاہور سے مقالہ نگار کی خط و کتابت
۳۹۔ سفیر اختر، ڈاکٹر، چیف ایڈیٹر، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد سے مقالہ نگار کی خط و کتابت
۴۰۔ ہزاروی، محمد عبدالقیوم مفتی، استاد جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے مقالہ نگار کی خط و کتابت
۴۱۔ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور شمارہ اکتوبر ۱۹۸۵ء
۴۲۔ ماہنامہ البلاغ کراچی، شمارہ جنوری ۱۹۸۷ء
۴۳۔ ہفت روزہ الاعتصام لاہور۔ شمارہ ۱۷ جولائی ۱۹۸۷ء
۴۴۔ ماہنامہ پیام عمل لاہور، شمارہ مئی ۱۹۸۵ء
۴۵۔ ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور، شمارہ نومبر ۱۹۸۷

پروفیسر ڈاکٹر قاری محمد طاہر *

اکیسویں صدی کے تقاضے اور پاکستان

اکیسویں صدی کا سب سے بڑا چیلنج معاشی چیلنج ہے وہی قومیں اور وہی ملک ترقی کی راہ پر گامزن رہیں گے جو معاشی لحاظ سے مستحکم ہوں جن کی حیثیت ان کے اپنے ہاتھوں میں ہو۔ وہ کاسۂ گدائی لے کر آئی ایم ایف، ایسے دیگر اداروں کے دست نگر نہ ہوں بلکہ وہ کسی سے مانگنے کی بجائے دینے کی صلاحیت سے مالا مال ہوں۔ معاشی برتری قوموں کو بہت سی غلامیوں سے نجات عطا کرتی ہے۔ اس اصول کو اسلام نے چودہ صدیاں پیشتر ہی واضح کر دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔

الید العلیا خیر من الید السفلیٰ۔ "اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔"

نیچے والا ہاتھ بھیک مانگنے یا قرض لے وہ نیچے ہی ہوتا ہے۔

برتری اور تفوق ہمیشہ اوپر والے ہاتھ ہی کو حاصل رہتی ہے۔ قرض ایک ایسی لعنت ہے جو قوموں سے سوچ اور فکر کی آزادی بھی سلب کر لیتی ہے ان کے ذہنوں پر پہرے بیٹھ جاتے ہیں۔ مقروض قوموں کے فیصلے قرض دینے والی قوموں کے ہاتھ میں ہوا کرتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ مقروض کا جنازہ پڑھانے سے اجتناب برتتے اور قرض کو انتہائی مذموم قرار دیتے۔

پاکستانی قوم کے لئے بھی اکیسویں صدی کا سب سے بڑا چیلنج معاشی ہی ہے۔

اس وقت پاکستان غیر ملکی قرضوں کے بوجھ تلے دب چکا ہے نہ صرف دب چکا ہے بلکہ اس کی ریڑھ کی ہڈی اس بوجھ سے خمیدہ ہو کر ٹوٹنے کے قریب ہے۔ اکیسویں صدی کے اس معاشی چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لئے سب سے پہلے ہمیں اپنے وسائل کا جائزہ لینا ضروری ہے اور پھر اپنے مسائل کی نشاندہی کر کے۔ اپنے وسائل اور مسائل میں توازن پیدا کرنا چاہیے اسی توازن کو مدنظر رکھ کر مستقبل کی معاشی منصوبہ بندی ہمارے لئے نجات و کامرانی کی راہ متعین کرنے میں ممد و مدگار ثابت ہوگی۔ ہم پہلے پاکستان کے وسائل پر نظر ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

محل وقوع:

قدرتی وسائل میں پاکستان کا محل وقوع اپنی جگہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ پاکستان جغرافیائی لحاظ سے ایک ایسے

---

* مدیر ماہنامہ "التجوید"، فیصل آباد

علاقے میں واقع ہے جو کہ سیاسی اقتصادی اور فوجی لحاظ سے بہت اہم ہے پاکستان کے پڑوس میں چین اور روس جیسی دو بڑی حریف طاقتیں موجود ہیں جن کی وجہ سے عالمی سیاست میں ہمیشہ سے اس علاقے کی بہت اہمیت رہی ہے مغربی ممالک کی صنعتی ترقی کا انحصار خاصی حد تک خلیجی ممالک کے تیل پر ہے جو بحیرہ عرب اور بحر ہند سے گزر کر دیگر ممالک تک پہنچتا ہے۔ کراچی بحیرہ عرب کی بندرگاہ ہے اس لئے پاکستان کی خارجہ حکمت عملی تیل کی آمدورفت پر اثر انداز ہوسکتی ہے۔ مزید برآں پاکستان نے ہمیشہ مشرق وسطیٰ اور خلیج کے مسلم ممالک سے قریبی روابط استوار رکھے ۱۹۹۰ء سے علاقائی تنظیم برائے تعاون (ECO) کی وسعت اور وسطی ایشیاء کی نو آزاد شدہ ریاستوں کی شمولیت سے پاکستان کی جغرافیائی اہمیت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔ پاکستان کی اس جغرافیائی اہمیت کے پیش نظر سرد جنگ کے دوران متعدد بار اس کو اہل مغرب اور امریکہ کی طرف سے دفاعی فنی اور مالی امداد حاصل ہوئی۔ ۱۹۷۹ء میں جب روس نے افغانستان میں اپنی فوجیں اتاریں تو پاکستان روس کی مخالفت میں فرنٹ لائن پر تھا۔ امریکہ کو روس کی بڑھتی ہوئی طاقت پر تشویش تھی لیکن وہ براہ راست مقابلے کی پوزیشن میں نہ تھا۔ اس لئے اس نے پاکستان ہی کے توسط سے مقابلہ کیا اور ۱۹۸۱ء میں پاکستان کی 3.2 بلین ڈالر کی مالی اور فوجی امداد فراہم کی[۱] پاکستان کی اسی جغرافیائی اہمیت کے پیش نظر اس دور کے صدر شہید جنرل ضیاءالحق نے امریکہ کے صدر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر یہاں تک کہہ دیا کہ صدر صاحب یہ مونگ پھلی اپنے پاس رکھیئے۔

افرادی قوت:

پاکستان کے وسائل میں افرادی قوت بہت بڑا سرمایہ ہے۔ ماہرین معاشیات اس بات پر متفق ہیں کہ پیداوار عمل میں افرادی قوت کلیدی حیثیت رکھتی ہے اگر افرادی قوت موجود نہ ہو تو بہترین وسائل کے باوجود پیداواری قوت سے فائدہ حاصل نہیں ہو پاتا۔ اکنامک سروے کے مطابق ہمارے ملک کی آبادی یکم جنوری ۱۹۹۷ء میں 135.28 ملین نفوس پر مشتمل تھی۔ اور اسمیں لیبر فورس 37.15 ملین تھی اور ملک میں خواندگی کا تناسب 38.9 فیصد تھا۔[۲]

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مغرب مسلمانوں کی افرادی قوت سے بہت زیادہ خائف ہے اسی لئے وہ زرکثیر خرچ کرکے مسلمانوں کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش میں مصروف ہے کہ وہ اپنی آبادی میں کمی کریں۔ وہ یہ باور کرانے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہا ہے کہ ان کی معاشی ترقی اور خوشحالی میں سب سے بڑی رکاوٹ آبادی میں اضافہ ہی ہے۔ اگر مسلمان اپنی آبادی کو کم کریں گے۔ تو ان کی بھوک ننگ ختم ہوجائے گی۔ پاکستان کے کم علم دانشوران کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔ انہوں نے ایسے پرکشش نعرے گھڑے۔ مثلاً کم بچے خوشحال گھرانا...... ہم دو ہمارے دو ...... بچے دو ہی اچھے وغیرہ۔ جس سے مسلمانوں کا عام طبقہ متاثر ہو رہا ہے۔

یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ اگر چابک دستاں یورپ کو ہماری معاشی خوش حالی اتنی ہی عزیز ہے تو امریکہ ہمارے وہ اربوں ڈالر واپس کیوں نہیں کر دیتا جو طیاروں کی خرید کے سلسلے میں اس نے پچھلے پچیس برس سے دبا رکھیں

ہیں۔ اور اب وہ پاکستان کو اس بات پر مجبور کر رہا ہے کہ ان کے بدلے گندم لے لو۔ اگر یورپ والوں کو پاکستان کی معاشی خوش حالی اتنی ہی عزیز ہے۔ تو آئی ایم ایف ہمارے وہ قرضے کیوں معاف نہیں کر دیتا جن کا سود در سود اصل رقوم سے کہیں بڑھ چکا ہے۔

ہم خون کی قسطیں تو بہت دے چکے لیکن
اے ارض وطن قرض ادا کیوں نہیں ہوتا۔

حقیقت یہ ہے کہ یورپی برادری کو ہماری معاشی خوش حالی سے کچھ سروکار نہیں۔ وہ تو ہماری آبادی سے خائف ہے اسے معلوم ہے کہ مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے والا بچہ جذبہ جہاد لے کر پروان چڑھتا ہے اور بڑا ہو کر محمد بن قاسم، ٹیپو سلطان اور صلاح الدین ایوبی یا اسامہ بن لادن کی شکل میں اہل یورپ کے لئے پیام اجل بن جاتا ہے

اس وقت پاکستانی آبادی کا کثیر حصہ مشرق وسطی کے علاوہ یورپ کے بیشتر علاقوں میں آباد ہے جو اہل یورپ کے لئے سوہانِ روح بنا ہوا ہے۔ معیشت کی بنیاد پر آبادی کی کمی بیشی مسلمانوں کا مسئلہ نہیں۔ یہ مسئلہ غیر مسلم اقوام کے لئے مسئلہ ہے کیونکہ اعتقادی لحاظ سے مسلمان اللہ تعالیٰ کو اپنا رازق مانتے ہیں۔ معیشت کی بنیاد پر آبادی کی منصوبہ بندی کرنا، قرآنی فکر کی رو سے الٰہی اختیارات میں دخل اندازی کے سوا کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لاتقتلوا اولادکم خشية املاق نحن نرزقكم واياهم۔ اپنی اولاد کو معاشی بدحالی کے خوف سے قتل نہ کرو ہم تم کو بھی رزق دیتے ہیں۔ ان کو بھی دیں گے۔

اہل لغت جانتے ہیں کہ نرزق فعل مضارع کا صیغہ ہے جو حال اور مستقبل دونوں کے معنی دیتا ہے اس لحاظ سے اس کا معنی ہوگا کہ ہم تم کو تمہاری اولادوں کو رزق اب بھی دے رہے ہیں اور آئندہ بھی دیتے رہیں گے۔

اس حوالے سے اگر دیکھا جائے تو آبادی میں کمی بیشی کی فکر کرنا اور اس کے لئے منصوبہ بندیاں تلاش کرنا کبھی مسلمانوں کا مسئلہ نہیں رہا۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ میں مسلم اکابرین نے کبھی اس مسئلہ کو اپنی فکر کا موضوع نہیں بنایا۔

آبادی کے حوالے سے مسلمانوں کا اصل مسئلہ، تہذیب اور تعلیم ہے۔ تعلیم ہر مسلمان بچے کا بنیادی حق ہے۔ حکومت اور والدین دونوں اس بات کے پابند ہیں کہ وہ بچوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام و انصرام کریں تاکہ تہذیب کے زیور سے آراستہ بچے ملک و قوم کے لئے بہتر افراد بن کر سامنے آئیں اور معاشرہ جنت نظیر بن سکے۔

زرعی وسائل:

پاکستان بنیادی طور پر ایک زرعی ملک ہے اس کی معیشت کا زیادہ تر دارومدار زراعت پر ہے ملکی جی ڈی پی کا 24.2 فیصد زراعت ہی سے حاصل ہوتا ہے[۳] زرعی شعبہ ملکی لیبر کے پچاس فیصد کو روزگار مہیا کرتا ہے ملکی زرمبادلہ میں ۷۵ فیصد اسی کا حصہ ہے[۴] پاکستان میں کل زیر کاشت رقبہ 21.55 ملین ہیکٹر ہے[۵] جبکہ بے شمار زمینیں جن مین خاص طور پر چولستان کا کثیر رقبہ شامل ہے۔ عدم توجہ کا شکار ہیں جن کو زیر کاشت لا کر سبز انقلاب برپا کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح

دریائے سندھ کے بالائی اور زیریں میدانوں کا شمار دنیا کا زرخیز ترین علاقوں میں ہوتا ہے۔ جہاں ہر قسم کی سبزیاں اور پھل اگائے جا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ جانور ہمارے ملک کا ایک انتہائی اہم معاشی وسیلہ ہیں۔ اکنامک سروے کے مطابق سال 97-1996 میں ملک میں 207.7 بلین بھینسیں، 17.9 بلین گائیں، 47.6 بلین بکریاں اور 30.5 بلین بھیڑیں ہیں۔ ان سے تقریباً 20 ملین ٹن دودھ، 2 ملین ٹن گوشت، 119 ہزار ٹن چربی اور 4.5 ہزار ٹن کھالیں حاصل ہوتی ہیں۔ ملکی جی ڈی پی کا 8.3 فیصد اسی ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے۔

پاکستان میں جنگلات کا کل رقبہ 4.2 ملین ہیکٹر ہے جو کہ پورے ملک کے رقبے کا 4.8 فیصد ہے۔

آبی وسائل:

پاکستان میں بارش کی سالانہ مقدار 100 ملی میٹر سے لے کر 800 ملی میٹر تک ہوتی ہے۔ اس بارش کی تقریباً 60 فیصد مقدار مون سون موسم کے دوران ہوتی ہے کل زیر کاشت رقبہ کا 25 فیصد بارش کے پانی کا محتاج ہے۔

پاکستان کا آب پاشی نظام دنیا کے بہترین نظاموں میں شمار ہوتا ہے۔ دریائے سندھ اور اس کے معاون دریا ملکی آبی وسائل کا ایک اہم ذریعہ ہیں اور کل کاشت شدہ رقبے کے 75 فیصد کا انحصار آبپاشی پر ہے۔ انڈس بیس سسٹم جو کہ تین بڑے ڈیموں، کئی بیراجوں اور لنک نہروں پر مشتمل ہے۔ ہر سال اوسط 106 ملین ایکڑ فٹ پانی آبپاشی کیلئے مہیا کرتا ہے۔(۶) اسکے علاوہ زیر زمین پانی کی وافر مقدار اللہ کا ہمارے لئے عطیہ ہے۔ جو کہ 40 ملین ایکڑ رقبے پر محیط ہے(۷) ہر سال تقریباً 33 ملین ایکڑ فٹ زیر زمین پانی ٹیوب ویلوں کے ذریعے آب پاشی کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔(۸)

معدنی وسائل:

پاکستان کی زمین کو اللہ نے بے بہا معدنی وسائل سے مالا مال کیا ہے لیکن بعض فنی اور تکنیکی کمزوریوں اور مجبوریوں کے تحت ہم ان وسائل سے خاطر خواہ فائدہ اٹھانے میں کامیاب نہیں رہے۔ اکنامک سروے کے مطابق 97-1996 تک ملک میں پائے جانے والے معدنی ذخائر کی تفصیل درج ذیل ہے۔

کوئلہ	580 ملین ٹن	معدنی تیل	139 ملین بیرل
جپسم	350 ملین ٹن	لوہا	430 ملین ٹن
نمک	100 ملین ٹن	کاپر	412 ملین ٹن
سلفر	8 ملین ٹن	سنگ مرمر	بے شمار لاتعداد

یہ معلوم اور محصول ذخائر ہیں نامعلوم ذخائر کا اندازہ ممکن نہیں۔ اس میدان میں کوشش وتلاش کی رفتار بھی خاصی سست ہے۔(۹)

توانائی کے وسائل:

ملک میں توانائی کے اہم ذریعے تیل گیس، کوئلہ، پیٹرولیم گیس، بجلی (پن وتھرمل) اور نیوکلیائی قوت ہیں۔

اکنامک سروے کے مطابق ملک 1996 سے مارچ 1997 تک 16.10 ملین بیرل تیل پیدا ہوا جب کہ اسی عرصہ میں 522.768 مکعب فٹ گیس پیدا ہوئی۔ (۱۰)

پاکستان کی حد تک ملکی ترقی اور خوشحالی کیلئے مذکورہ بالا تمام وسائل کو پوری ایمانداری کے ساتھ مجتمع کرنے کی ضرورت ہے۔ تا کہ اللہ کی طرف سے عطا کردہ ان تمام وسائل سے پاکستان بھرپور فائدہ اٹھا سکے اور کوئی معمولی سے معمولی وسیلہ بھی ضائع ہونے نہ پائے۔

اسی تناظر میں اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ پورا عالم اسلام اپنے جملہ وسائل سے پوری طرح آگاہ ہو اور پھر اسلامی ممالک کی دولت مشترکہ ان تمام وسائل کو مجتمع کرنے کی بھرپور کوشش کرے۔ اور ان موجود وسائل سے مسلمان ممالک باہم برابری کی سطح پر فوائد حاصل کرنے کی راہیں تلاش کریں اور کوشش اس بات پر مرکوز کی جائے کہ مسلمان ممالک کے وسائل سے صرف اور صرف مسلمان ممالک ہی فائدے حاصل کر کے ترقی کی راہ پر گامزن ہوں۔ مسلمانوں کی ان وسائل سے اسلام دشمن قوتوں کو فائدہ اٹھانے کی مہلت نہ مل سکے۔

اس مقصد کے حصول کے لئے مسلمان ممالک بالخصوص پاکستان کو اپنے انجینئر اور اپنے ماہر پیدا کرنے کی ضرورت ہے جو یورپ کے ٹکسالی نہ ہوں بلکہ اندرونی اور بیرونی طور پر سچے مسلمان ہوں۔ اور ظاہر اور باطن کے لحاظ سے محب وطن اور خدمت اسلامی کا جذبہ رکھنے والے ہوں۔ پاکستان کو جو مادی وسائل اللہ تعالیٰ نے عطا کر رکھے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں ایک وہ وسائل جو معلوم ہیں لیکن ان سے خاطر فائدہ اٹھایا نہیں جارہا دوسرے وہ وسائل جو موجود تو ہیں لیکن ان کا علم نہیں ان وسائل کو خفتہ وسائل معلوم اور خفتہ وسائل نامعلوم کا نام دے سکتے ہیں۔

پہلے درجے کے وسائل میں سب سے بڑا وسیلہ چولستان کا کثیر علاقہ ہے جو رقبہ کے لحاظ سے خاصا وسیع و عریض ہے لیکن اس علاقے اور اس رقبہ سے پورا فائدہ نہیں اٹھایا جارہا۔ جبکہ اس پورے علاقے کو آباد کر کے پاکستان میں معاشی انقلاب برپا کیا جاسکتا ہے۔

دوسرے درجے مین بلوچستان کے وہ علاقے ہیں جہاں زیر زمین بہت سے خزائن مدفون ہیں۔ جن کو تلاش کر کے اپنے استعمال میں لانا ہمارے سائنس دانوں کا کام ہے۔

عسکری قوت کا انتظام

معاشی استحکام کے لئے عسکری قوت کا استحکام بھی از بس ضروری ہے۔ مسلمانوں کا عسکری لحاظ سے قوی ہونا دینی فریضہ میں شامل ہے اللہ کا ارشاد ہے۔

واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله و عدوكم وآخرين من دونهم لا تعلمونهم الله يعلمهم۔

پاکستان کے بعض نام نہاد دانشور دن رات پاکستان کی معاشی بدحالی کا تذکرہ کرتے ہوئے نہیں تھکتے۔ ان

کا سارا زور اس بات پر صرف ہوتا ہے۔ عسکری قوتوں پر خرچ کیا جانے والا روپیہ اگر دوسری مدات پر خرچ کیا جائے تو معاشی بدحالی ختم ہوسکتی ہے اور پاکستان خوشحال ملک بن سکتا ہے۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ عسکری طور پر مستحکم اقوام ہی دنیا میں زندہ رہتی ہیں اہل دنیا ایسی اقوام سے زندگی کا حق چھین لیا کرتی ہیں جن کے دست وبازو کمزور ہوں یہی وجہ ہے کہ ماضی میں غیر مسلم قوتیں پاکستان کو ایسے ہر اقدام سے روکتی رہیں جس کی بنا پر پاکستان ایٹمی صلاحیت حاصل کر سکے۔ کیونکہ کمزور شکار کو دبوچنا انتہائی آسان کام ہوتا ہے۔ ایک کمزور اور مردہ ہاتھی پر چیونٹیاں بھی چڑھ دوڑتی ہیں جبکہ طاقت ور مرغی اپنے تمام بچوں کو چیل کے حملہ سے بچانے میں کامیاب ٹھہرتی ہے۔

آئی ایم ایف کا قرض:

یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں کہ آئی ایم ایف ہماری منصوبہ بندی میں سب سے بڑی روکاوٹ ہے اس کی جکڑ بندیوں سے خلاصی حاصل کرنے کے لئے ہمارے لئے اللہ کے رب الکائنات ہونے کا یقین پیدا کرنا انتہائی ضروری ہے۔ صرف یقین ہی نہیں بلکہ اس بات پر ایمان پختہ کرنے کی ضرورت ہے کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے۔

اب یقینی تربیت کرنے اور پالنے والا' وہی رازق ہے اسی یقین کو پختہ کرنے کے لئے ہر نماز کے ہر رکعت میں مسلمان سے کہلایا جاتا ہے۔ الحمدلله رب العالمین حالانکہ عربی قاعدہ کے مطابق جملہ الحمدللہ تک بھی مکمل تھا لیکن رب العالمین کا لاحقہ ساتھ شامل کر کے باور کرا دیا گیا کہ صرف وہ ہی پالنہار ہے۔

اس یقین کی پختگی سے ہم آئی ایم ایف کی بندگی سے نجات حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

دوسرے درجے میں ہمیں سود سے پاک اور سودی آلائشوں سے منزہ معاشی منصوبہ بندی کرنا ہوگی۔ یہ عمل داخلی اور خارجی دونوں سطح پر ضروری ہے۔ زبان سے سودی معیشت کو برا کہنا اور دل میں یہ خیال جمائے رکھنا کہ دور حاضر میں سودی معیشت کے بغیر گزارہ نہیں۔ کمزوری ایمان بھی ہے اور علامت نفاق بھی۔ اس سے پوری قوم کو نکلنا ہوگا اور بنکنگ نظام کے لئے غیر سودی راستے تلاش کرنا ہوں گے۔ مرحوم صدر ضیاء الحق کے دور میں نفع نقصان کی بنیاد پر کھاتہ داری کا نظام رائج کیا گیا تھا وہ بڑی حد تک غیر سودی بنکاری کی طرف مثبت پیش رفت تھی لیکن مرحوم صدر کی شہادت کے بعد اسی سوچ کا غلبہ ہوگیا اور نفع نقصان کی بنیاد پر بنکاری کا نظریہ اور جذبہ دم توڑ گیا۔

خارجی سطح پر وہ تمام قرضے جو ہم نے عالمی اداروں سے لئے ہیں ان کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر کو سامنے رکھنے کی ضرورت ہے۔

مفتی محمد شفیعؒ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھا ہے کہ فتح مکہ کے بعد جب اسلامی حکومت پوری آب و تاب کے ساتھ قائم ہوگئی تو سود کے حوالے سے ایک واقعہ پیش آیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ مکہ میں بنی ثقیف اور بنی مخزوم دو قبائل تھے۔ ان دونوں کا آپس میں سودی لین دین تھا۔ بنو ثقیف کے لوگوں کا کچھ سودی قرضہ بنی مخزوم کی طرف

واجب الادا تھا بنو مخزوم مسلمان ہو چکے تھے لیکن بنو ثقیف نے اسلام قبول نہ کیا تھا اس لئے انہوں نے اپنا مطالبہ جاری رکھا۔ بنی مخزوم کے لوگوں نے کہا کہ اسلام میں سود کالین دین حرام ہے لہذا ہم مسلمان ہونے کی سبب سود کی واجب الادا رقم واپس نہیں کریں گے۔ کیونکہ یہ عمل اللہ کے حکم کی نافرمانی میں داخل ہے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مکہ کے امیر حضرت معاذؓ تھے۔ انہوں نے یہ معاملہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بغرض دریافت حکم لکھ بھیجا۔ جس کے جواب میں آپ نے فیصلہ صادر فرمایا کہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد سود کے تمام سابقہ معاملات ختم کر دیئے جائیں پچھلا سود وصول نہ کیا جائے صرف راس المال ہی وصول کیا جائے۔

اس واقعہ اور اس فیصلہ کو بنیاد پر ہم آئی ایم ایف کا اصل زر واپس کرنے کے پابند ہیں۔ جبکہ اصل زر پر فاضل سودی رقوم کا ادا کرنا شرعی طور پر ہمارے لئے ناجائز ہوگا۔ لیکن یہ اقدام ایسے لوگ ہی کر سکتے ہیں جو صاحب ایمان بھی ہوں اور صاحب استقامت بھی۔ جن لوگوں کا شروع ہی بدنظریہ ہو کر دور حاضر میں سود کے بغیر معیشت چل ہی نہیں سکتی ان سے اس کی توقع رکھنا عبث ہے۔ اس کی بین الاقوامی سطح پر صورت حال یہ ہے کہ 1988ء میں پاکستان پر آئی ایم ایف کا قرضہ دس بلین تھا جبکہ اب 2000ء میں یہ قرضہ سود در سود کی صورت میں اڑتیس بلین ہو چکا ہے جبکہ ہم چالیس بلین واپس بھی کر چکے ہیں۔

سیاسی عدم استحکام

سیاسی عدم استحکام پاکستان کا بڑا اہم مسئلہ ہے جو براہ راست معاشی حالات پر اثر انداز ہوتا ہے یہ بات محتاج وضاحت نہیں کہ سیاسی استحکام کی وجہ سے ہر شعبہ ترقی کی طرف گامزن رہتا ہے۔ جبکہ سیاسی عدم استحکام کے اثرات ملک کے تمام شعبوں پر پڑتے ہیں لیکن اس عدم استحکام کی وجہ سے سب سے زیادہ خرابی معیشت پر پڑتی ہے۔ اور پھر معیشت کی خرابی سے تمام شعبے متاثر ہوتے ہیں۔ پاکستان میں سیاسی عدم استحکام مستقل نوعیت اختیار کر چکا ہے۔ پچاس برسوں میں چار مرتبہ مارشل لاء نافذ ہوا۔ حقیقت پسندانہ جائزہ لیا جائے تو ہر مارشل لاء کا نفاذ مغربی طرز جمہوریت کی ناکامی کے سبب ہی عمل میں آیا ہے۔ اسلامی نظام سیاست خلافت اور شورائیت پر مبنی ہے۔ شوریٰ کے ارکان اسلامی تقاضوں کا مطابق اصحاب الرائے صرف اور صرف صائب الرائے لوگ ہوتے ہیں۔ ہر کہ ومہ کو مشورے کا حق حاصل نہیں جبکہ مغربی جمہوریت میں عالم اور جاہل کو ایک ہی لائن میں کھڑا کیا جاتا ہے اور ہر ایک کی رائے کا وزن بھی برابر شمار کیا جاتا ہے جبکہ قرآن حکیم کا واضح فرمان ہے۔

هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون " کیا جاننے والے علم رکھنے والے جاہلوں کے برابر ہو سکتے ہیں۔'' مراد یہ کہ عالم اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے۔ اسلامی معاشرے میں اہل علم ہی کو فوقیت حاصل ہے۔

اس لحاظ سے مغربی طرز جمہوریت ہمارے سیاسی مسائل میں سب سے بڑا مسئلہ ہے جو معاشی خرابیوں کی

بنیاد بنتا ہے لیکن اس احساس وشعور کے باوجود ہم اس غیر اسلامی طرز حکومت یعنی جمہوریت کی ایک بت کی مانند پرستش کرتے چلے آرہے ہیں۔ ہمارے ہاں بعض اسلام کی دعوے دار جماعتیں تو ایسی بھی ہیں جنہوں نے اسلامی جمہوریت کی اصطلاح گھڑ کر خود فریبی میں مبتلا ہیں اور یہ تصور کئے بیٹھی ہیں کہ ہم نے جمہوریت کے ساتھ اسلام کا لاحقہ لگا کر مغربی جمہوریت کو مشرف بہ اسلام کرلیا ہے۔ اسلامی جمہوریت کی اصطلاح سرے سے غلط ہے جس طرح سور یا خنزیر کے ساتھ اسلام کا لفظ لگانے سے سو حلال نہیں ہو جاتا اسی طرح جمہوریت کے ساتھ بھی اسلام کا لاحقہ مغربی جمہوریت کو اسلامی رنگ نہیں دے سکتا۔

ہمیں اس خود فریبی سے نکل کر اسلامی نظام سیاست کی درست سمت تلاش کرنا ہوگی۔ جس کے تحت صحیح متقی لوگ ہی امامت وسیادت کا فریضہ سرانجام دے سکیں۔

پاکستان کا ازلی دشمن بھارت ہے جس نے نصف صدی سے زائد گزر جانے کے باوجود پاکستان کو دل سے تسلیم نہیں کیا اس کی ہر کوشش پاکستان کو غیر مستحکم کرنے کیلئے وقف ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل بھروسہ رکھنے کے باوجود ہمیں معروضی حالات کا لحاظ رکھتے ہوئے منصوبہ کرنا بھی اللہ ہی کا حکم ہے۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں:

برتوکل زانوئے اشتر بہند

ہندوستان اور پاکستان کی دفاعی تناسب حسب ذیل ہے

سال	پاکستان کا دفاعی بجٹ	بھارت کا دفاعی بجٹ
1996	3.08 بلین ڈالر	8.04 بلین ڈالر
1997	3.03 بلین ڈالر	12.08 بلین ڈالر
1998	3.02 بلین ڈالر	14.01 بلین ڈالر
1999	2.07 بلین ڈالر	17.08 بلین ڈالر

اس تناظر میں دیکھا جائے تو ہندوستان اپنے دفاعی بجٹ میں مسلسل اضافہ کررہا ہے جبکہ پاکستان کے دفاعی بجٹ میں مسلسل کمی ہورہی ہے۔ 1999ء کے اعداد وشمار کے مطابق ہندوستان کا دفاعی بجٹ پاکستان سے 15 بلین ڈالر زیادہ ہے۔[۱۲]

یہاں ہمیں عسکری امور کے ماہرین کے آراء کو بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے ذیل میں ہم ایک عسکری ماہر ریٹائرڈ لیفٹیننٹ جنرل جاوید ناصر کی رائے درج کررہے ہیں جو حالات کی نزاکت کو سمجھنے میں ممد ومعاون بن سکتی ہے۔

''تینوں مسلح افواج کے شعبوں میں بھارت کو ہم پر عددی اور معیاری برتری حاصل ہے سب سے زیادہ فرق فضائیہ کے شعبے میں نظر آتا ہے۔ بھارت نے روس سے 30-54 قسم کے طیارے خریدے ہیں ان کے ریڈار اور ہتھیاروں کے نظام نے پی اے ایف کی اس برتری کو گہنا دیا ہے جو اسے ماضی میں حاصل تھی۔ پاکستانی بحریہ کی حالت

اس سے بھی زیادہ خراب ہے ایک طرف تو روس بھارت کو اواکس طیارے عاریتاً دینے پر آمادہ ہے اور یہ بھی چاہتا ہے کہ بھارت اس سے ایٹمی آبدوزیں بھی لے لے۔ اس نے مگ 29 قسم کے طیارے بھی بھارت کو دیئے ہیں جبکہ امریکہ نے ہمارے F-16 طیاروں کے لئے فاضل پُرزے دینے سے انکار کردیا ہے۔ بلکہ دوسرے ملک بھی پاکستان کو اگر مزید سامان دینا چاہتے ہوں تو امریکہ انکی طرف سے کئے گئے معاہدے منسوخ کرادیتا ہے۔ ان پاکستان مخالف اور بھارت نواز اقدامات نے روایتی فوج کے شعبے میں اتنا فرق پیدا کردیا ہے کہ بھارتی ہماری فوجی کمزوری سے فائدہ اٹھائے بغیر رہ نہیں سکتے۔ پاکستان کی مسلسل غیر مستحکم سیاسی فضاء اور اقتصادی بدحالی نے فوجی توازن مزید بگاڑ دیا ہے۔[۱۳]

اکیسویں صدی میں پاکستان کو درپیش یہ وہ چیلنجز ہیں جن کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں منصوبہ بندی کی ضرورت ہے اگر ہم نے ان مذکورہ مبارزات کو سامنے رکھ کر درست پیش بندی نہ کی تو خطرہ ہے کہ ہمارا دشمن بھارت ہماری کمزوریوں سے فائدہ اٹھائے اور مسلمانوں کے ازلی دشمن یہود، امریکہ، برطانیہ اسلام کی بڑھتی ہوئی قوت کے سامنے خم ٹھونک کر کھڑے ہوں۔

حوالہ جات

۱۔ Muhammad Waseem, Politics in Pakistan

۲۔ Economic Survey 1996-97 P xviii

۳۔ " " " " P. 23

۴۔ Report of Prime Minister Task Force on Agriculture P.2

۵۔ Economic Survey 1996-97 P.49

۶۔ Govt. of Pakistan Minister of Water and Power Irrigation System of Pakistan

۷۔ M.Afzal Farming in Pakistan P. 56

۸۔ M.Shfi Nazir Crop Production P.58

۹۔ Razul Haq Star Pakistan Studies P.223

۱۰۔ Economic Survey 1996-97 P xvi

۱۱۔ معارف القرآن جلد ۱ ص ۶۵۴

۱۲۔ روزنامہ نوائے وقت ۲۹ اگست ۲۰۰۰ء

۱۳۔ " " " "

مفتی ذاکر حسن نعمانی

قانون توہین عدالت کا شرعی تجزیہ

''اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور'' میں لکھا ہے 'توہین عدالت (Contempt of Court)

(۱) اس آرٹیکل میں عدالت سے عدالت عظمیٰ یا کوئی عدالت عالیہ مراد ہے۔

(۲) کسی عدالت کو کسی ایسے شخص کو سزا دینے کا اختیار ہوگا جو

(الف) عدالت کی قانونی کاروائی کی کسی طرح مذمت کرے اس میں مداخلت کرے یا مزاحمت کرے یا عدالت کے کسی حکم کی نافرمانی کرے۔

(ب) عدالت کو بدنام کرے یا بصورت دیگر کوئی ایسا فعل کرے جو اس عدالت یا عدالت کے جج کے بارے میں نفرت' تضحیک یا توہین کا باعث ہو۔

(ج) کوئی ایسا فعل کرے جس سے عدالت کے سامنے زیر سماعت کسی معاملے کا فیصلہ کرنے پر مضر اثر پڑنے کا احتمال ہو یا

(د) کوئی ایسا دوسرا فعل کرے جو از روئے قانون توہین عدالت کا موجب ہو۔

شرح میں لکھا ہے لارڈ ہارڈوک کے مطابق توہین عدالت تین طرح کی ہوتی ہے

(۱) عدالت کے بارے میں سکینڈل گھڑنا

(۲) عدالت کے روبرو زیر سماعت کسی مقدمہ کے فریقین کو برا بھلا کہنا

(۳) عدالت کسی مقدمہ کی سماعت سے قبل لوگوں کو اس کے بارے میں بدگمان کرنے (ص ۲۷۰)

اسی طرح لکھا ہے توہین عدالت کے قانون کا اطلاق صرف عدالتی کاروائیوں پر نہیں ہوتا بلکہ اس کا اطلاق عدالت کی انتظامی کاروائیوں پر بھی ہوتا ہے (پی ایل ڈی ۱۹۶۴ لاہور)

یہ بھی لکھا ہے 'یہ درست ہے کہ جج کا عدالتی فعل تنقید سے بالاتر نہیں ہے اس۔ لئے عوام الناس نیک نیتی سے عدالتی افعال پر رائے زنی کر سکتے ہیں لیکن یہ حق بد نیتی سے استعمال نہیں کرنا چاہیے اس۔ لئے اگر کوئی شخص عدالت کے روبرو ایسا رویہ اختیار کرے جو عدالت کے وقار کے منافی ہو تو یہ نیک نیتی سے تنقید نہ ہوگی۔ (پی ایل ڈی ۱۹۷۲ء سپریم کورٹ) توہین عدالت کے قانون کے بنیادی مقاصد دو ہیں:

(۱) لوگوں کے دلوں میں عدالتوں کی عظمت اور انصاف پسندی کے جذبات کو پروان چڑھانا

(۲) جج صاحبان کو ناجائز اور بیجا تنقید سے محفوظ کرنا تاکہ وہ بلاخوف وخطر اپنے فرائض انجام دے سکیں۔ (ص ۲۷۱)

مزید یہ لکھا ہے عام قانون یہ ہے کہ کوئی شخص بیک وقت مستغیث اور جج نہیں بن سکتا تاہم توہین عدالت کے سلسلہ میں اس اصول کے مطابق عمل نہیں کیا جاتا' کیونکہ جس عدالت کی توہین کی جائے وہی عدالت توہین عدالت کے مرتکب شخص کے خلاف کروائی کرسکتی ہے محض معافی مانگ لینے کی بنا پر توہین عدالت کے مرتکب شخص کو بطور حق معاف نہیں کیا جاسکتا اور عدالت غیر مشروط معافی نامہ کو بھی قبول کرنے سے انکار کرسکتی ہے۔توہین عدالت کے مرتکب شخص کو معافی دینا یا نہ دینا عدالت کی صوابدید پر ہے' عدالت عظمی صرف یہ دیکھ سکتی ہے کہ آیا عدالت عالیہ نے معافی دینے سے انکار کرنے میں غیر ضروری سختی سے تو کام نہیں لیا۔(پی ایل ڈی ۱۹۷۱ء سپریم کورٹ' ص ۴۲۷)

توہین عدالت کا لفظی تجزیہ:

پہلے یہ دیکھنا چاہیئے کہ توہین عدالت ہے کیا چیز؟ توہین کا مادہ وھن ہے کسی کام' عمل' بدن یا اخلاق میں ضعف اور کمزوری کو کہتے ہیں اس قانون میں توہین اکرام کی ضد ہے جس کا معنی ذلت ہے' توہین کا معنی ہوا کسی کو ذلیل کرنا' جس میں حقارت کا معنی بھی موجود ہے۔ارشاد باری ہے:

ومن یھن اللہ فما لہ من مکرم اور جس کو اللہ ذلیل کرے اسے کوئی نہیں عزت دینے والا (الحج)

عدالت عدل سے ہے اس کا معنی ہے انصاف۔عدالتوں میں لوگوں کو انصاف ملتا ہے اسی لئے وہ عمارت جہاں لوگوں کے جھگڑوں کے فیصلے ہوتے ہیں عدالت کہلاتی ہے۔قانون توہین عدالت کے آرٹیکل کی شقوں کو دیکھا جائے تو یہ قانون چند چیزوں کا مجموعہ ہے اور ان تمام چیزوں کے ساتھ اس قانون کا تعلق ہے۔جج اور عدالت۔اگر عدالت سے مراد جج کا فیصلہ اور انصاف ہے تو پھر کہا جائے گا کہ ملزم یا کسی اور نے فیصلہ اور انصاف کی توہین کی ہے اگر عدالت سے مراد کمرہ یا عمارت عدالت مراد ہے تو دیکھنا ہوگا کہ عدالت کی جگہ مسجد ہے یا نہیں اگر عدالت یا فیصلوں کی جگہ مسجد ہے تو پھر مسجد قابل احترام جگہ ہے۔شعائر اللہ سے ہے اس کی توہین گناہ ہے اگر فیصلوں کی جگہ مسجد نہیں کوئی عمارت ہے تو پھر اس کا تقدس مسجد کی طرح نہیں ہوسکتا۔اس لئے کہ آداب المساجد پر علماء کرام نے کتابیں لکھی ہیں مسجد ایک مقدس اور متبرک مقام ہے اور بھی مقدس مقامات ہیں مثلاً قدس کے شہر' طور سینا اور بلد امین (مکہ مکرمہ) اللہ تعالیٰ نے قسمیں کھائی ہیں۔بعض مقامات انتہائی متبرک ہوتے ہیں مثلاً مدینہ منورہ' امام مالکؒ مدینہ منورہ کے حدود سے باہر نکل کر قضاء حاجت پوری کرتے تھے کمرہ عدالت یا عمارت صحیح شرعی اور مبنی بر انصاف فیصلوں اور اسلامی قضاۃ کا مسکن ہونے کی وجہ سے متبرک ہوسکتی ہے لیکن مسجد اور دیگر مشہور و منصوص متبرک اور مقدس مقامات کا درجہ حاصل نہیں کرسکتی جس کی توہین کوئی بڑا گناہ بن جائے زیادہ سے زیادہ بے ادبی کہہ سکتے ہیں لیکن یہ بات بھی یاد رہے کہ مجرم ملزم یا کوئی اور شخص عدالت کی عمارت کی کبھی بھی توہین نہیں کرتا اس کو معلوم ہے کہ عمارت تو ایک بے جان چیز ہے اس کا کیا قصور ہے۔توہین یا جج کی کرے گا اس لئے کہ فیصلہ کرنے والا اور سنانے والا جج اور قاضی ہے یا پھر فیصلہ کی خلاف ورزی یا توہین کرے گا کیونکہ فیصلہ عموماً اور طبعاً ناگوار ہوتا ہے۔اسلئے طبیعت کو شریعت کے تابع کر کے فیصلہ کے سامنے سر تسلیم ختم

کرنا ہوتا ہے۔ لہذا توہین عدالت کے قانون میں دو چیزیں نکل آئیں جج اور فیصلہ کی توہین۔ قانون کے نزدیک جو قول اور فعل توہین کے زمرہ میں آئیگا اسکی رجع ان ہی دو کی طرف ہوگی لہذا جج اور فیصلہ کی حیثیت پر بحث ضروری ہے۔

(ا) **جج** : شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں شعائر اللہ چار ہیں اللہ، بیت اللہ، کلام اللہ، رسول اللہ۔ اس کے علاوہ بھی دینی شعائر ہیں مثلاً مسجد، داڑھی، علماً کرام وغیرہ۔ شعائر اللہ کی توہین بعض اوقات نا قابل معافی جرم بن جاتا ہے۔ مثلاً عیاذ باللہ کسی نے رسول اللہ ﷺ کی توہین کی تو واجب القتل ہے اس کے ساتھ کسی قسم کی رعایت نہیں کی جاسکتی، موجودہ عدالتوں کے جج کا شمار شعائر اللہ میں نہیں ہوتا۔ ہاں اگر جج عالم ہے تو پھر اس کی توہین قابل تعزیر جرم ہے۔ اگر عالم نہیں ہے تو ہر مسلمان واجب الاکرام ہے۔

کسی بھی مسلمان کی توہین جائز نہیں خواہ جج ہو یا کوئی اور شخص ہو اس میں یہ ضروری نہیں کہ جج ہو تو توہین کا پہلو نکل سکتا ہے ورنہ نہیں بلکہ توہین کا پہلو ہر مسلمان کے لئے نکل سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کسی پاک دامن مرد یا عورت پر زنا کا صریح الزام لگا کر کوئی ثابت نہ کر سکے لہذا اب اگر مقذوف مطالبہ کرے تو الزام لگانے والے کو اسی کوڑے لگائے جائیں گے اس لئے کہ الزام لگانے والے نے ایک مسلمان کی عزت کو داغ دار بنا کر توہین کی ہے اگر کوئی مجرم سزا سننے کے بعد جج کو برا بھلا کہے کوئی گالی دے تو ایک اخلاقی جرم ہے جج کو چاہیے کہ معاف کر دے یا کوئی دوسری عدالت اس کو تعزیری سزا دے لیکن یہ اس وقت ہے کہ جج کی حیثیت شرعی قاضی کی ہو اور فیصلہ شریعت کے مطابق کیا ہو کیونکہ مجرم نے قاضی صاحب جو ایک صاحب حیثیت شخصیت تھی اس کو مجروح کر دیا، ھدایہ میں ہے قبل ان کان المسوب من الاشراف کالفقھاء والعلویة یعذر جس کو گالی دی ہے اگر وہ اشراف میں سے ہے جیسے فقہا اور سادات تو گالی دینے والے کو تعزیری سزا دی جائے۔

لیکن موجودہ عدالتی نظام میں ایسی صورت حال پیش آجائے تو جج خود ہی مدعی، خود ہی گواہ اور خود ہی عدالت بن جاتا ہے حالانکہ یہ بالکل غیر معقول اور غیر شرعی بات ہے جبکہ موجودہ عام قانون کے مطابق کوئی شخص مستغیث (فریادرس) اور جج نہیں بن سکتا۔ لیکن توہین عدالت کے قانون میں یہ استثناء موجود ہے کہ جج خود مستغیث اور جج بن سکتا ہے ایسی صورت میں جج میں ذاتی انتقام کا جذبہ ہوتا ہے توہین عدالت کا مرتکب اگر معافی نہ مانگے تو جج اس کو معاف نہیں کرتا، حالانکہ جج کو چاہیے کہ اس کو معاف کر دے اس لئے کہ جج کی بے عزتی ہوئی ہے اگر جج کا ذاتی انتقام نہیں تو مجرم سے یہ کیوں کہتا ہے کہ جب تک معافی نہ مانگو معاف نہیں کروں گا اس وقت جیل میں ڈال دیتا ہے کئی ججوں کے ایسے واقعات مشہور ہیں انگریزوں کے دور میں ہندو ہری کشن لال گابا کو ایک انگریز چیف جسٹس ینگ نے اس وقت تک قید میں رکھنے کا حکم دیا تھا جب تک وہ ان سے معافی طلب نہ کرے لیکن ہندو نے معافی نہ مانگی اس کا خیال تھا کہ انگریز جج ایک اچھا انسان نہیں، ہندو ہری کشن لال گابا قید میں ہی مر گیا۔ کبھی اس قانون کے تحت ظالمانہ سزا دی جاتی ہے جسٹس شوکت علی نے ایک مرتبہ چند ججوں کے کردار کو سخت ترین تنقید کا نشانہ بنایا اس کی سزا یہ ملی کہ تمام جائداد کی قرقی کا حکم دیا

گیا۔ انہوں نے فوراً معافی طلب کر لی (خبریں مارچ ۹۵) قاضی ابوالموافق سیف بن جابر نے ایک شخص کو توہین عدالت کے جرم میں قید کر دیا کیونکہ اس نے قاضی کو کمرہ عدالت میں گالی دی تھی۔ سلیمان بن ابی شیخ جو اس وقت کے بڑے عالم تھے قاضی صاحب سے کہا کہ تم نے اس شخص کو اپنی ذات کے انتقام میں قید کیا ہے تم اس کو عدالت سے باہر نکلوا دیتے تو کافی تھا۔ (القضاء والقضاۃ)

جج کو چاہیے کہ ایسی صورت حال میں مجرم کو معاف کر دے۔ اگر سزا یافتہ مجرم نے کوئی ایسا کام کیا جس کا تعلق جج کی ذات کے ساتھ نہیں اور واقعی قابل تعزیر جرم ہے تو پھر کوئی دوسری عدالت اس کو مناسب تعزیری سزا دے

فیصلہ کی توہین:

فیصلہ اگر غیر شرعی ہے تو پھر فیصلہ کی توہین کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا موجودہ عدالتی نظام سارا وضعی قانون کے مطابق ہے شرعی قانون کے مطابق فیصلے نہیں ہوتے اس غیر شرعی عدالتی نظام پر تنقید اور اس کو برا بھلا کہنا توہین نہیں بلکہ کلمہ حق کی آواز اٹھانا ہے اور یہ بڑا جہاد ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون جو کوئی حکم نہ کرے اس کے موافق جو اللہ نے اتارا ہو وہی لوگ ہیں کافر۔ پھر مذکور ہے فاولئک ھم الظالمون سو وہی لوگ ہیں ظالم۔ پھر فرمایا فاولئک ھم الفسقون۔ سو وہی لوگ ہیں نافرمان (المائدۃ) اگر جج غیر شرعی حکم کو قصداً شرعی حکم بتلا کر فیصلہ کرے پھر تو جج واقعی کافر، ظالم اور فاسق ہے اگر غیر شرعی حکم کو شرعی تو نہیں بتلاتا لیکن مجبوراً غیر شرعی قانون کے مطابق غیر شرعی فیصلے کرتا ہے تو کافر نہیں لیکن پھر بھی ان تین آیات کے ظاہر پر غور کرے بڑی سخت وعید ہے جن غیر شرعی عدالتی نظام پر اللہ کی طرف سے اتنی سخت وعید اور دھمکی ہے ان کو کیسے یہ حق حاصل ہے کہ اس نظام جج اور فیصلوں پر بے جا اور بجا تنقید کو توہین عدالت کا نام دیں اور پھر سزا بھی دیں بلکہ ایسے غیر شرعی عدالتی نظام سے متعلقہ قابل تعزیر ہیں یہ تو الٹا چور کوتوال کو ڈانٹ رہا ہے۔ اس لئے غیر شرعی عدالتی نظام میں توہین عدالت کے قانون کا وجود زیادتی پر زیادتی ہے یہ چوری اور سینہ زوری ہے ان کو چاہیے کہ پہلے عدالتی نظام کو شرعی بنائیں پھر توہین عدالت کی سوچیں، بلکہ میرے خیال میں توہین عدالت کا قانون موجودہ غیر شرعی عدالتی نظام کے نفاذ اور بقا کے لئے ایک لٹکتی تلوار ہے خبردار کہ اس نظام کے خلاف کسی نے زبان کھولی۔ ہر شخص مجبوراً اس نظام کے فیصلوں کو قبول کر رہا ہے۔ توہین عدالت کے قانون نے لوگوں کے افعال اور اقوال پر پابندی لگا دی حالانکہ شرعی عدالتی نظام میں بھی صحیح تعمیری تنقید جائز ہے قاضی شریح کی عدالت میں حضرت علیؓ جب اپنے ذاتی کیس کے لئے پیش ہوئے تو وہ احتراماً کھڑے ہو گئے حضرت علیؓ نے فرمایا یہ آپ کی پہلی غلطی ہے عدالت دو فریق کے ساتھ یکساں سلوک کرے گی۔ کیا حضرت علیؓ نے عدالت کی توہین کر دی۔ بلکہ قاضی کی اصلاح کر دی۔ اگر جج کے فیصلہ میں کوئی غلطی اور چوک ہو تو اس کی اصلاح اور تنقید جائز ہے صحیح جائز اور تعمیری تنقید پر پابندی تو امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کے نظام کو ختم کرنا ہے کیا جج فرشتہ ہے یا نبی اور رسول کی طرح معصوم ہے یا صحابہ کرام اور اولیاء کرام کی طرح

گناہوں سے محفوظ ہے حضورؐ تو فرماتے ہیں کلکم خطاء ون تم سب خطا کار ہو۔ کلکم آثمون نہیں فرمایا کہ تم سب گنہگار ہو۔ جب خطا اور غلطی کا امکان موجود ہے اور اس کے ساتھ فیصلہ غیر شرعی بھی ہو تو پھر اس کے لئے قانون توہین عدالت موجودہ ججوں کو فرشتے اور ان کے فیصلوں کو صحیفہ آسمانی ہی بتلایا اور باور کرانا ہے افسوس انتہائی بے دینی کی وجہ سے نام نہاد دانشوروں کی عقلوں پر دبیز پردے پڑ گئے ہیں موٹی موٹی عقلی باتیں بھی سمجھ میں نہیں آتیں۔ اگر فیصلہ شرعی ہے تو مومن کی شان یہ ہے کہ اس کو دل و جان سے قبول کر لے۔ ارشاد باری ہے فلا وربك لا يومنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لايجدوا فى انفسهم حرجاً مما قضيت ويسلموا تسليماً۔ سو قسم ہے تیرے رب کی وہ مومن نہ ہوں گے یہاں تک کہ تجھ کو ہی منصف جانیں اس جھگڑے میں جو ان میں اٹھے پھر نہ پاویں اپنے جی میں تنگی تیرے فیصلے سے اور قبول کریں خوشی سے۔ (النساء)

آیت سے معلوم ہوا کہ شرعی فیصلوں کو دل سے قبول نہ کرنا بے ایمانی کی علامت ہے طبعی ناگواری الگ چیز ہے یہ طبعی ناگواری ایمان کے منافی ہیں اگر کوئی سزا یافتہ شرعی فیصلہ کو نہ مانے تو قوت نافذہ زبردستی منوائے گی اگر وہ مزید خلاف ورزی کرے تو اسکو مزید سزا دی جائے۔

شرعی عدالتی نظام اور تنقید:

جیسا کہ عرض کیا صحیح جائز تنقید جائز ہے اسی طرح عدالتی نظام سے شکوہ بھی جائز ہے عبدالکریم زیدان نظام القضاء میں لکھتے ہیں أجاز الفقهاء التشكى من القضاة۔ فقہا نے قاضیوں کے خلاف شکوہ شکایت کی اجازت دی ہے یہ شکوہ امیر المومنین کے پاس جائے گا وہ تحقیقات کرائے گا اگر شکوہ ایسا تھا جس سے قاضی کی صلاحیت قضاء صحیح نہیں رہتی تو بادشاہ اس کو معزول کر دے۔ لکھتے ہیں کہ اس شکوہ شکایت کے لئے نظام ہونا چاہیے تاکہ لوگ شکوہ شکایت آسانی کے ساتھ کر سکیں اور اگر کسی کا مقصد شکوہ نہیں ویسے ہی شرعی نظام کو نقصان پہنچانا ہو تو پھر مناسب سزا دی جاسکتی ہے تاکہ نظام میں خلل نہ آئے (ص ۸۱۔۸۲) امام ترمذی نے حدیث نقل کی ہے کہ حضرت زبیرؓ اور ایک انصاری کا اپنے کھیت کو سیراب کرنے کا جھگڑا ہوا۔ دونوں حضورؐ کے پاس فیصلہ لائے حضورؐ نے حضرت زبیرؓ سے فرمایا اسق یا زبیر ثم الانصاری زبیر پہلے تم سیراب کرو پھر انصاری۔ انصاری نے کہا إنه لابن عمتك يا رسول ﷲ وہ آپ کی پھوپھی کا بیٹا ہے۔ حضورؐ کو غصہ آیا اور فرمایا یا زبیر اجره على بطنه حتى يبلغ المأ الى الكعبين۔ اے زبیر پانی کو اس کے پیٹ پر آنے دو یہاں تک کہ ٹخنوں تک چڑھ جائے۔ الماوری فرماتے ہیں وانما قال اجره على بطنه ادباله لجرأته عليه حضورؐ نے اجره على بطنه اس کی جسارت کی وجہ سے تادیباً فرمایا (ص ۷۷) انصاری کو جب حضورؐ کے فیصلہ پر غصہ آیا اور ناگواری کا اظہار کیا تو حضورؐ اس کو زجراً اور تادیباً یہ جملہ سنایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ فیصلہ کی توہین کی وجہ سے قاضی تعزیری سزا دے سکتا ہے اس واقعہ پر اشکال وارد ہوتا ہے توہین عدالت کے اس کیس میں حضورؐ خود قاضی اور عدالت بن گئے حالانکہ اس مضمون میں گزر چکا کہ ایسے مجرم کے لئے فیصلہ کوئی اور

عدالت سنائے گی اس لئے کہ یہ جج اور عدالت فریق بن جاتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ سے اس وقت نہ کوئی بڑا قاضی موجود تھا اور نہ کسی عدالت عالیہ کا تصور تھا دوسرا جواب ہے کہ حضور کی طرح مبنی پر انصاف فیصلہ آپ کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا تھا اسلئے آپ نے خود ہی یہ تعزیری جملہ استعمال کیا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ حضور جیسی معصوم اور پاک ہستی سے فیصلہ کے وقت ذاتی انتقام کی توقع رکھنا ایمان کا زیاں ہے اس ذاتی انتقام کے نہ ہونے کی وجہ سے آپ نے خود ہی تعزیراً ایسا کہا چوتھا جواب یہ ہے کہ آپ کی تشریعی حیثیت بھی ہے جو قول و فعل شان نبوت کے خلاف نہیں ہوتا اس کو خود ہی ادا کرتے ہیں تا کہ امت کے لئے پیروی کا راستہ بتلا دیں۔

علمأ، خطبأ، طلبأ اور عام مسلمانوں کے لئے عظیم الشان

خوشخبری

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے خطبات وافادات کا عظیم الشان مجموعہ علم وحکمت

دعوات حق

(مکمل دو جلدوں میں)

مرتبہ مولانا سمیع الحق مدظلہ، مہتمم دارالعلوم حقانیہ

نایاب ہونے کے بعد اب سہ بارہ شائع ہوگئی ہے۔ آج ہی حاصل کیجئے ورنہ اسکی نایابی پر ایک بار پھر افسوس کرنا پڑے گا۔

دعوات حق: ایک ایسا گنجینہ جسے اہل علم خطبأ واعظین اور تعلیم یافتہ طبقہ نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور قومی وملی پریس نے سراہا۔ جو ہر خطیب واعظ مقرر کے لئے پکی پکائی روٹی کا کام دیتا ہے جو رشد وہدایت احسان وسلوک کے متلاشیوں کیلئے شیخ کامل کا کام دیتا ہے۔ **دعوات حق:** دین شریعت اخلاق ومعاشرت علم وعمل عروج وزوال نبوت ورسالت شریعت وطریقت کے ہر ہر پہلو کو سمیٹے ہوئے ہے۔ **دعوات حق:** شیخ الحدیث محدث ومجاہد کبیر مولانا عبدالحقؒ کی عام فہم اور دردسوز میں ڈوبی ہوئی گفتگو اور خطابت کا ایسا مجموعہ ہے جو دلوں میں اتر کر یقین کو بیدار کر کے اصلاحی وایمانی انقلاب برپا کر دیتا ہے۔

فضلأ، علمأ، طلبأ اور اہل مدارس کیلئے خاص رعایت ہوگی

صفحات جلد اول: ٦٧٢، قیمت ٢١٠ روپے، صفحات جلد دوم ٥٠٢، قیمت ١٦٥

موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ پشاور

مولانا عبدالرؤف سکھروی *

احرام باندھنے کا طریقہ

احرام باندھنے سے پہلے سر کے بال سنواریں' خط بنوائیں' مونچھیں کتریں' زیر ناف بال اور بغل کے بال صاف کریں' احرام کی نیت سے غسل کریں' ورنہ کم از کم وضو کریں' پھر سر اور داڑھی میں تیل لگائیں' کنگھا کریں' جسم پر ایسی خوشبو لگائیں جس کا دھبہ نہ لگے۔

اس کے بعد مرد حضرات سلے ہوئے کپڑے اتار کر احرام کی ایک سفید چادر ناف کے اوپر بطور تہبند باندھیں' اور دوسری چادر اوڑھیں' سر اور دونوں بازو فی الحال ڈھک لیں' اور ایسے جوتے' چپل اتار دیں' جن سے پیروں کے پشت کی ابھری ہوئی ہڈی چھپ جاتی ہو' ہوائی چپل پہنیں' جن میں مذکورہ ہڈی کھلی رہتی ہے۔

اگر ممنوع یا مکروہ وقت نہ ہو تو احرام کی نیت سے سر ڈھک کر عام نفلوں کی طرح دو رکعت نفل پڑھیں' اگر پہلی رکعت میں ''الحمد شریف'' کے بعد سورۃ ''کافرون'' اور دوسری رکعت میں سورۃ ''قل ھو اللہ احد'' پڑھیں تو بہتر ہے اور اگر مکروہ وقت ہو تو بغیر دو رکعت نفل پڑھے عمرہ کی نیت کریں۔

اس کے بعد اپنا سر کھولیں' البتہ دونوں کاندھے چادر سے ڈھکے رہنے دیں' اور قبلہ رخ بیٹھ کر اس طرح عمرہ کی نیت کریں:

''اے اللہ! میں آپ کی رضا کیلئے عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں' آپ اس کو میرے لئے آسان کر دیجئے اور قبول کر لیجئے''

نیت کرتے ہی درمیانی آواز سے تین مرتبہ تلبیہ کہیں' تلبیہ یہ ہے:

لبيك اللهم لبيك' لبيك لا شريك لك لبيك'

ان الحمد و النعمة لك والملك لا شريك لك

اس کے بعد درود شریف پڑھ کر یہ دعا مانگیں:

اللهم انى اسئلك رضاك والجنة' واعوذ بك من سخطك والنار

ترجمہ: ''اے اللہ! میں آپکی رضا اور جنت مانگتا ہوں' اور آپ کی ناراضگی اور دوزخ سے پناہ مانگتا ہوں۔''

---

* نائب مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

نیت اور تلبیہ پڑھتے ہی احرام بندھ گیا' احرام کی پابندیاں شروع ہوگئیں' ان کا دھیان رکھیں اور کثرت سے تلبیہ پڑھتے رہیں۔

خواتین کا طریقہء احرام

خواتین تمام سلے ہوئے کپڑے اور جوتے وغیرہ بدستور پہنی رہیں' البتہ احرام باندھنے سے پہلے جو کام اوپر لکھے گئے ہیں' ان میں سے جو کام ان کے مناسب ہیں' وہ ان کو انجام دیں' اگر ماہواری نہ آ رہی ہو' اور مکروہ وقت بھی نہ ہو' تو احرام کی نیت سے دو رکعت نفل ادا کریں' ورنہ غسل کر کے یا صرف وضو کر کے قبلہ رخ بیٹھ جائیں' چہرے سے کپڑا ہٹائیں' سر پر ایسا ہیٹ پہن لیں' جس کے گتہ پر نقاب سلی ہوئی ہو' جس میں چہرہ نہ جھلکے' اور آنکھوں کے سامنے باریک جالی لگی ہوئی ہو تا کہ راستہ نظر آ سکے' اس ہیٹ کی ٹوپی پر برقعہ اوڑھیں' برقعہ کی نقاب پیچھے کر لیں' اور جسم برقعہ سے ڈھانپیں' اس طرح نامحرم مردوں سے پردہ بھی ہو جائے گا' اور ہیٹ کی نقاب بھی چہرہ سے دور رہے گی' سہولت کے لئے یہ طریقہ لکھا گیا ہے اگر کسی اور طریقہ سے یہ مقصد حاصل ہو تو اس کو بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔

اس کے بعد عمرہ کی نیت کر کے فوراً تین مرتبہ تلبیہ کہہ لیں' جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے' لیجئے عمرہ کا احرام بندھ گیا' اب خواتین آہستہ آواز سے بکثرت تلبیہ پڑھتی رہیں' اور جو دعا اوپر لکھی گئی ہے وہ یا دیگر دعائیں کرتی رہیں' احرام کی پابندیوں کا خاص خیال رکھیں۔ حج کے احرام باندھنے کا بھی یہی طریقہ ہے جو اوپر لکھا گیا' صرف نیت میں عمرہ کی جگہ حج کا لفظ ادا کیا جائے گا۔

مفید مشورہ:

پاکستان سے بذریعہ ہوائی جہاز مکہ مکرمہ جانے والے خواتین و حضرات کے لئے مشورہ یہ ہے کہ گھر یا ائیر پورٹ پر احرام باندھنے کے بجائے ہوائی جہاز میں احرام باندھیں' کیونکہ بعض مرتبہ احرام باندھنے کے بعد جہاز کی روانگی منسوخ یا مؤخر ہو جاتی ہے' جس کی وجہ سے احرام کی حالت میں رہنا دشوار ہوتا ہے۔

ہوائی جہاز میں احرام باندھنے کی آسان صورت یہ ہے کہ اوپر جتنے کام لکھے گئے ہیں وہ سب گھر یا ائیر پورٹ پر کر لیں' لیکن نیت اور تلبیہ ابھی نہ کہیں' کیونکہ احرام اور اس کی پابندیاں نیت کرنے اور تلبیہ پڑھنے کے بعد شروع ہوتی ہیں' جب ہوائی جہاز فضاء میں بلند ہو جائے اور آپ اپنی سیٹ پر اطمینان سے بیٹھ جائیں' اس وقت یا کچھ دیر کے بعد' یا جدہ پہنچنے سے آدھا گھنٹہ پہلے جہاز میں نیت اور تلبیہ کہیں۔

حج اور بے پردگی:

مسلمان خواتین جب گھر سے باہر نکلیں' خواہ حج یا عمرہ کے لئے نکلیں یا کسی اور کام سے' قرآن و سنت کی رو سے ان پر فرض ہے کہ شرعی پردہ کر کے نکلیں' بے پردہ نہ نکلیں' اور شرعی پردہ یہ ہے کہ خواتین سر سے پیر تک اپنے پورے جسم کو کسی موٹی' سادہ اور لمبی چوڑی چادر یا برقعہ سے اس طرح چھپائیں کہ اس میں سارا جسم کپڑے اور دوپٹہ وغیرہ اچھی

طرح چھپ جائے صرف ایک آنکھ راستہ دیکھنے کے لئے کھلی رہے یا برقعہ میں آنکھوں کے سامنے نقاب میں باریک جالی لگالیں جس سے راستہ بھی نظر آئے اور نامحرم مردوں کو ان کا چہرہ اور آنکھیں بھی نظر نہ آئیں ہاتھوں میں دستانے اور پیروں میں موزے ہوں تو اور بھی بہتر ہے۔

افسوس! آج کل اکثر خواتین بے پردہ ہی حج وعمرہ کے لئے چلی جاتی ہیں بہت کم ایسی خواتین ہیں جو شرعی پردہ کا اہتمام کرتی ہوں چنانچہ حرمین شریفین جا کر بعض مرتبہ یہ اندازہ ہوتا ہے کہ تمام مسلمان ممالک سے آنے والی خواتین میں پاکستانی خواتین سب سے زیادہ بے پردہ ہوتی ہیں دیگر ممالک سے آنے والی خواتین کا صرف چہرہ کھلا ہوتا ہے اگر چہ یہ بھی درست نہیں لیکن ان کا باقی پورا جسم سر سے پیر تک چادر سے چھپا ہوا ہوتا ہے بعض کے ہاتھوں میں دستانے اور پیروں میں موزے بھی ہوتے ہیں اکثر ان کی چادریں اتنی لمبی ہوتی ہیں کہ پیر تک نظر نہیں آتے لیکن پاکستانی خواتین میں بعض کے جسم پر معمولی چادر ہوتی ہے بعض کے اوپر نام کی چادر بھی نہیں ہوتی۔ اور دوپٹہ برائے نام ہوتا ہے یا وہ اتنا باریک ہوتا ہے کہ اس میں سے سر کے بال صاف نظر آتے ہیں اسی طرح ان کی شلوار قمیص بھی اتنی باریک ہوتی ہے کہ اس میں سے جسم صاف نظر آتا ہے یا اتنی چست ہوتی ہے کہ جسم کے پوشیدہ اعضاء کی بناوٹ بالکل واضح اور نمایاں ہوتی ہے اس کے ساتھ ساتھ سر گریبان گردن اور بازو وغیرہ کھلے ہوتے ہیں یہ سراسر بے پردگی ہے جو خود گناہ ہے اور دوسروں کے گناہ میں مبتلا ہونے کا ذریعہ بھی ہے اس کے بارے میں رسول کریم ﷺ کے چند ارشادات کا مطالعہ کیجئے:

حدیث:

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دوزخ والوں کی دو جماعتیں ہیں جن کو میں نے (ابھی) دیکھا نہیں (کیونکہ ابھی وہ ظاہر نہیں ہوئیں بعد میں ان کا ظہور ہوگا) ایک جماعت ان لوگوں کی ہوگی جن کے پاس بیلوں کے دم کی طرح کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو (ناحق) ماریں گے .... دوسری جماعت ایسی عورتوں کی ہوگی جو کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی (لیکن اس کے باوجود) ننگی ہوں گی مائل کرنی والی اور مائل ہونے والی ہوں گی ان کے سر اونٹوں کے کوہانوں کی طرح بڑے بڑے ہوں گے جو جھکے ہوئے ہوں گے یہ عورتیں نہ جنت میں داخل ہوں گی نہ اس کی خوشبو سونگھیں گی اور اس میں شک نہیں کہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے سونگھی جاتی ہے۔ (مسلم شریف)

حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا میری امت کے آخر میں ایسے مرد ہوں گے جو کجاوہ کے مانند زین پر سوار ہوں گے اور مساجد کے دروازوں پر اتریں گے .... ان کی عورتیں کپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی ان کے سروں پر بالوں کا جوڑہ ایسا ہوگا جیسے کمزور بختی اونٹوں کا کوہان

(انہیں دیکھو تو) ان پر لعنت کرو! کیونکہ وہ ملعون عورتیں ہیں' اگر تمہارے بعد کوئی اور امت ہوتی تو تمہاری عورتیں انکی خدمت اسی طرح کرتیں' جس طرح پہلی امتوں کی عورتوں نے تمہاری خدمت کی (یعنی وہ تمہاری لونڈی بنادی گئیں) (ابن حبان)

حدیث:

ایک طویل حدیث میں آنحضرت ﷺ نے ایسی عورت کے بارے میں جہنم میں عذاب ہونا بیان فرمایا' جو نامحرم مردوں سے اپنے سر کے بال نہیں چھپاتی تھی' بے پردہ اور کھلے سر ان کے سامنے آتی تھی' یہ فرمایا: کہ (شب معراج میں) میں نے دیکھا کہ ایسی عورت اپنے (سر کے) بالوں کے ساتھ جہنم میں لٹکی ہوئی ہے اور اس کا دماغ (ہنڈیا کی طرح) پک رہا تھا۔(الکبائر ص۱۹۳)

تشریح:

ان احادیث میں بے پردہ عورتوں کے لئے جو عذاب بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ایسی عورتیں دوزخی ہیں اور دوزخ سخت عذاب کی جگہ ہے' اللہ تعالیٰ اس سے پناہ دیں' آمین' ان کا جنت میں جانا تو دور کی بات ہے وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکیں گی' حالانکہ ایک حدیث کے مطابق سو سال کی مسافت سے اس کی خوشبو آنے لگتی ہے اور ایسی عورتیں لعنت کی مستحق ہیں' ان پر لعنت کرنی چاہیئے اور لعنت کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہونا' جو تباہ و برباد کرنے والی بددعاء ہے' اسی طرح اگر حضور ﷺ آخری نبی اور آپ کی امت آخری امت نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ وبال بھی آتا کہ ایسی عورتیں دوسری قوموں کی لونڈیاں اور باندیاں بنائی جاتیں' جو منجانب اللہ اس دنیا میں ایک ذلت آمیز عذاب ہے اور آخری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے جہنم میں ایسی عورتوں کو سر کے بالوں کے بل لٹکا ہوا دیکھا ہے جس میں اول خود دوزخ میں جلنا ایک عذاب ہے دوسرے سر کے بالوں کے ساتھ دوزخ میں لٹکنا دوسرا دردناک عذاب ہے۔

اسلئے خواتین کو چاہیے کہ بے پردگی سے بچیں! خاص طور پر حج و عمرہ کے سفر میں' مکہ مکرمہ میں رہائش کے دوران مسجد الحرام میں' طواف اور سعی کے دوران' وہاں کے بازاروں میں' منیٰ میں' میدان عرفات میں جہاں حج کا سب سے بڑا رکن ادا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتوں کا نزول ہوتا ہے وہاں بے پردگی اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت نہ دیں' مزدلفہ میں' اسی طرح مدینہ منورہ کے سفر میں' مدینہ طیبہ کی قیام گاہ میں' مسجد نبوی میں' کیونکہ حج و عمرہ گناہوں کو معاف کرانے کیلئے اور مغفرت چاہنے کیلئے ہیں' دانستہ گناہ کرنے کیلئے نہیں ہیں' اور حرمین شریفین میں جس طرح ہر نیکی کا ثواب بہت زیادہ ہے' اس کا وبال بھی بہت سخت ہے' اسلئے اس مبارک سفر میں بے پردگی کے سنگین گناہ سے بے حد بچیں' اسکے علاوہ بھی زندگی بھر شرعی پردہ کی پابند رہیں' اللہ پاک توفیق عطا فرمائیں' آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی النبی الکریم محمد و آلہ واصحابہ اجمعین۔

جناب محمد عرفان خٹک
ایم فل۔ اکوڑہ خٹک

پروفیسر افضل رضا مرحوم
(ایک مختصر تعارف)

اکوڑہ خٹک اوراقِ تاریخ میں علم وعرفاں کی شمع ضوفشاں اور صاحب سیف وقلم خوشحال خان خٹک (۱۰۲۲ھ/۱۱۰۰ھ) کا مسکن و مدفن ہونے کی وجہ سے نمایاں مقام رکھتا ہے۔اس مردم خیز مٹی نے ہر زمانہ میں اربابِ نظراور اصحاب قلم باکمال اور بے مثال تاریخ ساز شخصیات کو جنم دیا ہے۔جس پر علم وادب کی دنیا ہمیشہ نازاں رہے گی۔ اور علم وفن کا ہر متلاشی ان رہنما اہل قلم کے تفکرات وتخیلات کا سہارا لے گا۔اس لحاظ سے اکوڑہ خٹک کے ہر باسی کو علم وعرفان ورثے میں ملا ہے اور یہ بھی امر مسلم ہے کہ خوشحال بابا نے اکوڑہ خٹک سے علم وادب ننگ وشجاعت اور غیرت و حمیت کی جو مشعل روشن کی تھی وقتاً فوقتاً اسے روشن رکھنے کے لئے فطری تخلیق کاروں اور خداداد ذہانت وفطانت رکھنے والے ادیبوں شاعروں نے اس روایت کو زندہ رکھا۔اس طرح کے علمی وادبی شخصیات جید علماءُ محققین اور نقادوں میں پروفیسر افضل رضا (۱۹۴۰ء تا ۲۰۰۱ء) بھی شامل ہیں۔موصوف نہ صرف بلند پایہ شاعر وصاحب طرز ادیب اور مانے ہوئے ڈرامہ نویس تھے بلکہ تاریخ فلسفہ مذہبیات اور اخلاقیات پر بھی عبور رکھتے تھے۔ادبی دنیا میں پروفیسر رضاؔ سے شہرت رکھنے والا مایہ ناز ادیب ''شیر افضل'' موضع اکوڑہ خٹک میں یسین خیل خٹک کے ایک علمی ادبی گھرانے میں مرحوم عبدالمجید خان کے ہاں یکم فروری ۱۹۴۰ء کو پیدا ہوئے۔علمی ذوق وشوق ان کی سرشت میں شامل تھا۔اسی وجہ سے میدان علم میں انہوں نے جہد مسلسل سے کامیابی حاصل کر کے فلک علم پر خورشید درخشندہ کی طرح چمکا۔مرحوم نے ۱۹۶۳ء میں پشاور یونیورسٹی سے ایم اے پشتو کی ڈگری حاصل کی اور کلاس میں اول اور یونیورسٹی میں دوم پوزیشن حاصل کی۔بعد میں اردوُ اسلامیات اور فارسی میں بھی ایم اے کا امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کیا اسی طرح انگریزی ادب میں ایم اے پریولیس اور ایم فل کی ڈگری بھی ان کے تعلیمی ریکارڈ کا حصہ ہے۔

پروفیسر افضل رضا مرحوم کا شیرازۂ حیات عشق الٰہی اور خمیرِ زندگی اتباع سنتِ نبویہ تھا اور ان کے تخلیات وتفکرات انوار الٰہی سے منور تھے۔ان کے جہاں بین نظروں میں زمانہ کی تمام کروٹیں اور لیل ونہار کی تمام گردشیں سمٹ کر یکجا ہوگئی تھیں۔شیخ الحدیث وشیخ التفسیر حضرت مولانا عبدالحقؒ (۱۹۰۶ء۔۱۹۸۸ء) کی صحبت کی وجہ سے دینی اور مذہبی کتب کا مطالعہ بھی نصیب ہوا تھا۔ان فیوض وبرکات کی بناء پر مرحوم نے صفحۂ ہستی پر اپنے علم وفن کا لوہا منوایا۔فرائض حج کے بعد ان کے عشق الٰہی اور حُب رسولؐ میں اتنی شدت وحدت پیدا ہوئی کہ دو بار اپنی شریک حیات اور بڑے

صاحبزادے ڈاکٹر ارشد رضا کی ہمسفری میں عمرہ کی سعادت بھی حاصل کی۔ پابندیٔ صوم وصلوۃ اور کثرت تلاوتِ قرآن مجید وفرقان حمید کے باعث دل میں حفظ قرآن کی تڑپ پیدا ہوئی اور آخری عمر میں حفظ شروع کیا اور تقریباً بیس پارے حفظ کئے۔ عشق حقیقی کے سوز وگداز سے بھرے ہوئے نعتیہ کلام کے پانچ مجموعے ''حرم دَمینے۔ دَمدنی آقا پر درکینے۔ خیرالانام تہ سلام۔ یا نبی سلام علیک۔ صلوا علیہ وآلہ'' ان کے معجز بیانی اور موثر کلامی کے مثالی نمونے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ سیرت نگاری میں بھی مرحوم رضا کا زورِ قلم مانا ہوا تھا۔ اردو اور پشتو میں ''آفتاب رسالت اغیار کی نظر میں'' اور رحمۃ اللعالمین'' جیسی شہکار تصانیف پر قومی سیرت کانفرنس کے موقع پر ۱۹۹۳ء تا ۱۹۹۶ء مسلسل چار مرتبہ سیرت النبیؐ ایوارڈ سے نوازا گیا۔ اسی طرح غیر معمولی تحقیقی اور تاریخی کاوشوں اور علمی ادبی خدمات انجام دینے پر سرکاری اور غیر سرکاری تنظیموں کی جانب سے ۳۰ ایوارڈ وانعامات حاصل کر چکے تھے جن میں سب سے اعلیٰ اعزاز تمغہ امتیاز تھا۔

مرحوم کی چند تصانیف یہ ہیں۔

(۱) پشتو نثر کی تاریخ (۲) پشتو ڈرامہ کی تاریخ (۳) پشتو غزل (۴) تخلیق وتنقید
(۵) پٹ ستوری (۶) اجمل اور غزل (۷) رستم سہراب (۸) آفتاب رسالت
(۹) اردو کے پشتون شعراء (۱۰) راحت ذاخیلی کے افسانے وغیرہ وغیرہ

پشتو ڈرامائی ادب میں بھی پروفیسر افضل رضا صف اول کے ڈرامہ نویسوں میں شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے پہلی مرتبہ ۱۹۶۴ء میں ریڈیو کے لئے ''تورہ چی تیریزی'' کی ٹائٹل سے ایک ڈرامہ تحریر کیا۔ جسے نسلی تعصب کے خاتمہ کے سلسلے میں ایک کامیاب کوشش قرار دیا جاتا ہے۔ انہوں نے ۱۹۶۰ء سے ریڈیو اور ۱۹۶۸ء سے ٹیلی ویژن کے لئے ڈرامہ لکھنے کا باقاعدہ آغاز کیا اور اردو پشتو کے تقریباً ۱۴ سیریلز تحریر کئے۔ جن میں 'منزل' مثال' احساس' اور 'تتے ڈیوے' کو شہرت عام حاصل ہوئی۔ وفات سے چند ماہ قبل ''لٹون'' کے نام سے سلسلہ وار ڈرامہ تحریر کیا جس کی پہلی قسط پروڈیوسر اعجاز نیازی نے ۱۳ جنوری ۲۰۰۲ء کو پشاور مرکز سے ٹیلی کاسٹ کیا۔

پروفیسر افضل رضا نے ۱۸ برس پشتو پروفیسر اور ۷ ابرس پرنسپل کی حیثیت سے مختلف کالجوں میں درس وتدریس کے فرائض انجام دیئے۔ پشتو ادب کے فروغ میں رضا مرحوم کا جو حصہ ہے اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا تصنیف وتالیف کے شغل پر آپ نے اپنی متاع حیات کے اکسٹھ برس صرف کئے۔ آپ کی آخری تصنیف اپنے پیرومرشد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی حیات طیبہ سے متعلق تھی۔

آپ پشتو ادب میں تذکرہ نگاری کے موضوع پر (P.hd) پی ایچ ڈی کا مقالہ تحریر کر رہے تھے کہ آپ کو مالکِ حقیقی نے ۳۰ دسمبر ۲۰۰۱ء کو اپنے پاس بلالیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون O

افکار و تاثرات ______ قارئین بنام مدیر

حضرت مولانا محمد عیسیٰ منصوری' سیکرٹری جنرل ورلڈ اسلامک فورم' یو۔ کے
حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب' مہتمم نجم المدارس کلاچی

بخدمت گرامی جناب مولانا راشد الحق سمیع صاحب دامت برکاتہم وسعیا للدین وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضیٰ۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ امید ہے مزاج گرامی بعافیت ہوں گے۔

7 اکتوبر کے بعد افغانستان پر جو کچھ گزرا اس حادثہ سے روز دل کے ٹکڑے ہوتے رہے اور خواب وخور حرام ہو گیا۔ بندہ کی طبیعت انفعالی واقع ہونے کی وجہ سے زیادہ ہی اثر لیتی ہے جب یہاں میرا یہ حال تھا تو آپ حضرات تو نہ صرف قریبی مشاہد بلکہ ایک طرح سے یہ احوال سب آپ پر ہی گزر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات اور خصوصاً حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم کی مساعی کو قبول فرمائے۔ امین۔

موجودہ حالات میں یہ بہت ضروری ہو گیا ہے کہ ہم بار بار اپنی ترجیحات اور کوتاہیوں کا جائزہ لیں آج کل بندہ کے دل میں شدت سے یہ بات آرہی ہے کہ دین قرآن وسنت کا نام ہے جبکہ ہم نے گزشتہ صدی کے اکابر ہی کے فہم کو دین بنالیا' ہر دور کے اہل اللہ' اکابرین نے اپنے احوال وزمانہ کے اعتبار سے دین کا کام کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور ان کی درجات بلند فرمائے۔ مگر یہ صرف اللہ اور اس کے رسول کا مقام ہے کہ ان کی آیات یا بتایا ہوا طریقہ کار ہر دور اور ہر زمانہ کیلئے ہے باقی ہر شخصیت کی بات یا طریقہ کار ان کے اپنے احوال وظروف اور ہر زمانہ کیلئے ہے نہ کہ قیامت تک ہر ہر زمانہ پر من وعن منطبق ہو مثلاً اس وقت پوری ملت اسلامیہ جن احوال میں گری ہوئی ہے اگر وہ گزشتہ صدی کے اکابرین کی دینی مساعی جدوجہد' خدمات اور کام کو سامنے رکھ کر کوئی راہ نکالنا چاہیں تو بتکلف ہی کوئی راہ نکل سکے گی وہ بھی پوری طرح منطبق نہیں ہو گی۔ اس کے برخلاف اگر علماً کرام قرآن سے رہنمائی چاہیں تو قرآن میں قیامت تک حق وباطل کی رزم آرائی یا اسلام وکفر کی معرکہ آرائی کے ہر ہر پہلو پر رہنمائی ملے گی۔ یہی حال سنت نبویؐ اور سیرۃ نبویؐ کا ہے مگر ہمارا حال یہ ہے کہ ہمارے مطالعہ اور کتب خانوں کا نوے فیصد حصہ اس صدی کے اکابرین کی تصانیف' تذکرہ وسوانح' ملفوظات ومواعظ' مکاتب وخطبات اور علوم وافکار پر مشتمل ہے۔ اسکے بعد اتنی فرصت ہی نہیں بچتی کہ براہ راست قرآن وسنت پر غور وخوض کرسکیں۔ بندہ کی ناقص رائے میں اس طرز فکر کو اب بدلنے کی ضرورت ہے اس کے بعد ہی کوئی راہ نکل سکے گی۔ خدا کرے بندہ کی بات کو غلط معنی میں نہ لیا جائے۔ آپ سے گزارش ہے کہ بندہ کی یہ ناقص رائے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں عرض کر کے تصویب یا تردید حاصل کر کے لکھئے تاکہ تصویب کی صورت میں مزید اطمینان حاصل ہو اور تردید کی صورت میں رجوع کرسکوں۔ اگر مناسب سمجھیں تو

یہ مراسلہ کی صورت میں الحق میں دے دیں تاکہ دیگر اکابرین کی رائے گرامی سے بھی استفادہ ہوسکے۔گزشتہ دنوں یہاں مولانا عتیق الرحمان سنبھلی صاحب سے یہ بات عرض کی مولانا نے اس کی ضرورت واہمیت محسوس کی یہاں تک کہا کہ جی چاہتا ہے اپنے لوگوں سے اس سلسلہ میں بالمشافہ گفتگو اور ملاقات کے سلسلہ میں پاکستان کا مستقل سفر ہو تاکہ تبادلہ خیال ہوسکے اور ان کی باتین سن سکیں۔...... مغربی ملکوں میں زندگی کے ہر شعبہ میں اعلیٰ صلاحیت رکھنے والے ماہرین پر مشتمل تھینک ٹینک موجود ہیں اور ہر تھنک ٹینک میں پچاسوں افراد کا کام حالات کا مسلسل جائزہ لے کر غور وخوض کرنا ہوتا ہے اور یہ کام مسلسل جاری رہتا ہے ہر شعبہ حیات میں جو پالیسی بنتی ہے وہ اس شعبہ کے اعلیٰ ترین ماہرین کی ایک جماعت کے بار بار چھان پھٹک اور غور وخوض اور جائزہ واحتساب سے گزر کر کیا جاتا ہے۔کیا ہمارے دینی حلقے مختلف شعبوں میں علماء کرام و ماہرین اسی طرح کی مجالس قائم نہیں کرسکتے ؟ کم از کم اتنا ہی کر لیتے کہ مکی و مدنی زندگی کے مختلف احوال وظروف ہیں سرور کائناتؐ نے جولائحہ عمل اختیار فرمایا ان پر ہی غور وخوض کیلئے مجالس قائم ہو لیکن ہمارا یہ حال ہے فرد واحد ایک رائے قائم کرکے نعرہ لگادیتا ہے کہ سب میرے پیچھے چلو جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس دور میں علوم وفنون ہی نہیں ہر شعبہ کے مسائل وضروریات اتنی وسعت اختیار کر گئے ہیں کہ فرد واحد ان کا احصاء کر ہی نہیں سکتا۔

الحق کا اکیسویں صدی نمبر حضرت مولانا عتیق الرحمان صاحب سے عاریتاً لے کر پڑھا اداریئے اور اس کے بعد کے اظہار رائے میں آنجناب نے نمبر نکالنے اور خصوصاً مضامین کے حصول میں دقتوں کے متعلق جو لکھا اس سے فکر و قلم کی بے حسی اور سستی پر بڑا قلق وافسوس ہوا۔نمبر میں متعدد مضامین شاید کسی دوسرے دینی رسالہ میں نہیں چھپ سکتے تھے۔واقعہ یہ ہے کہ پاکستان کے دینی جرائد میں الحق کی عالی ظرفی سب پر فائق ہے اس جرأت ووسعت ظرفی پر بندہ آنجناب کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتا ہے۔افسوس کہ ہمارے دینی رسائل دن بدن قلب ونظر کی تنگنائیوں کا شکار ہوتے جارہے ہیں۔اپنے حلقے' اپنے سسٹم' اپنے طریقہ کار' اپنے بزرگوں اور وابستگان کی صرف تعریف وتوصیف ہی چھاپ سکتے ہیں۔خذما صفا و دع ماکدر کا زرین اصول شاید مغرب والوں کے لئے رہ گیا ہے۔اس لئے اب امید نہیں رکھنی چاہیے کہ کوئی دینی جریدہ' ابوالکلام آزادؒ کے الہلال والبلاغ یا محمد علی جوہرؒ کے ہمدرد کی طرح ہر مکتب فکر اور ہر کلمہ گو مسلمان کی نظر میں وقعت حاصل کرسکے۔ہمارے دینی حلقوں میں خود احتسابی اپنی کوتاہیوں اور کمیوں کا جائزہ اور اس کے تدارک کا احساس وکوشش رخصت ہوتی جارہی ہے۔گزشتہ اکتوبر میں پاکستان حاضری کا پروگرام بن چکا تھا مگر حالات نے کہیں کا نہیں رکھا پتہ نہیں آنجناب سے مراسلت کا سلسلہ بار بار کیوں منقطع ہو جاتا ہے؟ بندہ کی جانب سے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم کی خدمت عالیہ میں سلام مسنون اور دعا کی استدعا حاضرین کی خدمت میں سلام مسنون۔باقی احوال قابل ذکر ہیں۔

فقط والسلام

محتاج دعا

محمد عیسیٰ منصوری غفرلہ

حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب

فتح وشکست اسلام کی نظر میں

حمد و صلوۃ کے بعد گزارش یہ ہے کہ کراچی ٗملتان ٗلاہور ٗگوجرانوالہ اور پشاور ٗسرحد کے متعدد دینی جرائد نے طالبان افغانستان کی جرأت ایمانی استقامت علی الصراط المستقیم اور نقد نفاذ اسلام میں ان کی بے انداز قربانیوں پر جن شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے اس سے ان کی حق ادائیگی تو کیا اس کا عشر عشیر بلکہ ہزاروں اور لاکھواں حصہ بھی ادا نہیں ہوسکا۔ وجہ ظاہر ہے کہ الفاظ کے دامن میں اتنی وسعت ہی نہیں ہے کہ وہ اس بارگراں کا تحمل کر سکے۔

زوصف ناتمام باجمال یار مستغنی است
بہ آب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبارا

لکھنے اور کہنے والوں کا ع گلچین بہار تو ز داماں گلہ دارد

کہہ کر اور لکھ کر ہی اپنے عجز اور اعترافِ قصور کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ۔فعلی الله اجرهم الجزيل وعليه تعالىٰ مافى التنزيل فائوليك لهم الدرجات العلى جنات عدن تجرى من تحتها الانهار خالد ين فيها وذالك جزاء من تزكى۔

البتہ بعض جرائد نے ان غازیان اسلام کے سیاسی فہم و فراست یا حکمت یا کسی بھی عنوان سے کچھ ہلکے اور خفیف سے جو اشارے کئے ہیں ہم جیسے متوسط دینی طالبعلموں کے کمزور دل اور ضعیف قلوب پر بہت ہی گراں گزرے۔ قرآن کریم کی سورت النساء آیت ۷۴ کے مطابق شہادت پانے والا اور غالب آنے والا اجر عظیم میں برابر ہیں۔

فيقتل اويغلب فسوف نوتيه اجراء عظيما۔ اور اس طرح تداول ایام کی حکمت میں بھی واضح طور پر فرمایا کہ بصورت فتح کفار کا محق یعنی ان کفار کو اور ان کے غلبہ اور رعب کو ختم کرنا ہے اور بصورت ہزیمت وشکست کے بعض اہل ایمان کو شہادت کے عظیم درجات پر فائز کرنا ہے اور بعض غازیان اسلام کی تمحیص یعنی ہر قسم کے صغائر و کبائر کے دھبوں سے صاف کرنا غرض احدی الحسنیین سے ہی سرفراز فرمانا ہے۔اور اس لئے صورت حاضرہ کے سلسلہ میں طالبان جس آزمائش سے دوچار ہوئے ہیں ان کے متعلق ہم تحریک عمل برائے نفاذ شریعت اسلامیہ کے نزدیک الخیر ملتان بابت شوال ۱۴۲۲ھ کے درج ذیل الفاظ آب زر سے لکھنے کے قابل اور واجب التقلید ہیں۔

''حق و باطل کی اس آویزش میں کسی بھی حوالے سے طالبان کو اپنی زبان یا قلم کا نشان بنانا امریکہ کو اس کی شیطانی قوت کے استعمال کرنے پر خراج تحسین پیش کرنا ہے''۔کسی حوالے کے عموم میں سیاسی فہم حکمت عملی اور شرعی پابندی سب کچھ آ گیا ہے۔اسی طرح زبان یا قلم سے نشانہ ہی کی تعمیم بھی بالکل صحیح ہے۔مسلمانوں کی آزمائش اور ان پر

مصائب کے یہ عمومی اسباب ہو سکتے ہیں۔لیکن حالات حاضرہ میں طالبان کی جانب ان کا اشارہ کرنا ان کے زخموں پر نمک پاشی کرنا ہے۔اور بالواسطہ دشمن کو خوش کرنا ہے۔ہم نے اپنی سیاسی فہم وفراست سے پچاس سال میں نفاذِ اسلام میں کتنی کامیابی حاصل کی ہے۔اورانہوں نے سات دنوں میں سات سال تک مکمل اسلام کے نفاذ سے کامل ترین امن و امان قائم کرنے میں جو ریکارڈ قائم کر دیا ہے کیا ان میں زمین و آسمان کا فرق نہیں ہے۔وہ زبان سے نہ کہیں لیکن ان کے دل سے یہ آواز ضرور بلند ہوگی کہ ع ناصحا آگ لگے اس تیرے سمجھانے کو

حق کے لئے سر کٹانے کو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عظیم کامیابی سے تعبیر فرمایا ہے۔تیر لگنے پر صحابی رسول اللہ ﷺ رضی اللہ عنہ کا فزت ورب الکعبۃ کہنا مشہور و معروف ہے۔

ایک اور صحابیؓ کا واقعہ بھی علماء کو معلوم ہے اس نے دعا یہی کی کہ یا اللہ کل میرا مقابلہ ایسے زبردست طاقتور دشمن سے آجائے کہ وہ میرا ایک ایک جوڑ الگ کر کے پھینک دے سر کہیں اور دھڑ کہیں ناک کہیں اور کان کسی جگہ دونوں ہاتھ بھی ایک دوسرے سے دور پڑے ہوں اور ٹانگیں بھی علیحدہ زمین کے بیسوں حصے میری شہادت پر محبوب حقیقی جل شانہٗ اور اس کے حبیب پاک ﷺ اور اس کے لائے ہوئے پسندیدہ دین اسلام کے سچے عشق پر چیخ چیخ کر شہادت دے رہے ہوں۔اور جب میرا کوئی ساتھی ادھر سے گزرے تو میری قربانی پر جزاک اللہ احسن الجزاء سے مجھے تمغہ تحسین پیش کر دے تو میری روح کو سکون حاصل ہو۔شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ نے جس کی شادمانی کو اس شعر میں بیان فرمایا ہے۔ ؎

رہے گا کوئی تو تیغ ستم کے یادگاروں میں
مرے لاشے کے ٹکڑے دفن کرنا سو مزاروں میں

ازراہ ہمدردی سہی مگر طالبان کی سیاست یا بہ الفاظ دیگر حکمت عملی پر تنقید کرتے ہوئے ان حضرات کو سید الاولین والاخرین علیہ افضل الصلوٰت والتسلیمات واعلی آلہ واصحابہ کے اس ارشاد مبارک ایاکم واللو سے کیا ذہول ہو گیا تھا کہ عین موقع پر اس افسوس کے اظہار سے دشمن خوش بھی ہو سکتا ہے۔

حضرت زیدؓ کو جب اعداء دین کے ہجوم میں سولی پر لٹکانے لگے اور غالباً شبلی نعمانی مرحوم نے اس وقت ان کی ایمانی بشاشت اور روحانی مسرت کا جو نقشہ کھینچا ہے کیا وہ بے معنی تھا؟ فرماتے ہیں: ؎

جبین زید پر اس وقت وہ رونق برستی تھی کہ صبح اولین کی نور کی بارش بھی شرمائے
یہ اطمینان خاطر دیکھ کر کفر اور جھلایا دلوں کی تیرگی نے بدر کے داغ اور چمکائے

اور جب اہل کفر نے پوچھا کیا اب بھی محمد ﷺ کا ساتھ دینے پر تم پشیمان نہیں ہو تو جواباً فرمایا ہے کہ ؎

مجھے ناز اپنی قسمت پر ہے گر نام محمد ﷺ پر یہ سر کٹ جائے اور تیرا سراپا اس سے ٹھکرائے
اور ؎ یہ سب کچھ ہے گوارا پر یہ دیکھا جا نہیں سکتا کہ انکے پاؤں کے تلوے میں ایک کانٹا بھی چبھ جائے

کالا پانی کے مصنف مرحوم نے بھی لکھا ہے کہ جب امریکہ کے مورث اعلیٰ برطانیہ نے ۵۸ء کے مجاہدین کو پھانسی کا حکم سنایا تو وہ حضرات خوشی کے مارے اچھلنے لگے۔ تعجب سے پوچھا کہ یہ کیا اس سزا پر ان کے چہروں کو مرجھا جانے چاہیے تھا کیا یہ جاہل سمجھے نہیں کہ ان کے لئے کیا سزا تجویز کی گئی ہے۔ بتلایا گیا ٹھیک سمجھے ہیں۔ لیکن شہادت کا عظیم درجہ پا کر وہ صحیح طور پر خوش ہونے لگے ہیں۔ جب اسے یقین آیا کہ واقعی وہ حقیقۃً خوش ہو رہے ہیں کیونکہ ان کے چہرے خوشی سے چمک رہے تھے تو کہنے لگا کہ دشمن کو وہ سزا نہیں دیں گے جس سے ان کو خوشی ہو اور پھانسی کو عمر قید سے بدل دیا۔

مظلومین کی مظلومانہ حالت پر ظالم کے خلاف رحمۃ اللعالمین ﷺ کو بھی جلال آ گیا تھا۔ جب سید الشہداء سیدنا حضرت حمزہؓ کی حالت دیکھ کر فرمایا کہ اس کے بدلے ستر کفار کا مثلہ کروں گا۔ اگر چہ حکم خداوندی کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے عمل میں یہ ارادہ نہیں لائے۔ سیدنا حضرت جعفر طیارؓ کی خبر شہادت پر غمزدہ ہوئے۔ بچوں پر شفقت کا ہاتھ پھیرا گھر والوں کے لئے کھانا وغیرہ بھجوایا۔ لیکن مجاہدین اور غازیان اسلام کی کارگزاریوں پر عین وقت پر تنقید کار دیگر ہے وشتان ما بینھما اسی طرح بینات باب شوال ۱۴۲۲ء نے خاص کر (ص ۱۱) سے طالبان کی حکمت عملی پر عام فہم زبان میں جو تبصرہ کیا ہے اور ان کی تحسین فرمائی ہے اس سے عام خیر خواہان طالبان کو بڑی حد تک سکون حاصل ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرماویں آمین۔

بلاشبہ اس سلسلہ میں اپنے ملک کا کردار باعث صد ملامت ہے۔ جس کا اظہار وقت پر پورا ملک کے طول و عرض سے پرامن احتجاجات سے کیا گیا اور طالبان کی امداد میں عامۃ المسلمین نے دل کھول کر سیم وزر' اناج اور کپڑوں وغیرہ سے جس محبت کا اظہار کیا پاکستان کی تاریخ میں اس کی مثال غالباً نہیں مل سکے گی۔ کاش کہ حکمران حضرات اسے گوش ہوش سے سن سکتے تو آج کے اس کے برے اور قابل صد ندامت نتائج سے ملک دوچار نہ ہوتا۔ نہ ایک طرف سے پاک دشمن شمالی اتحاد کے رسوا کن نعرے سننے میں نہ آتے اور نہ دوسری جانب سے ہندوؤں کی بوزینہ ناچ دیکھنا پڑتی۔

تاہم کچھ جرنیلوں کے غلط اقدام سے پوری فوج سے رُوٹھ جانا بھی نہیں چاہیے۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ بعض دفعہ جنگل سے چھپے شیر بھی نکل آتے ہیں۔ ''پاسبان مل گئے کعبے کو صنم خانے سے'' سول کے ''احسانات'' بھی تو قوم بھلائے نہیں بھول سکتی۔ مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش میں کسی نے تبدیل کرایا۔ نوے ہزار مسلمان فوج کو بزدل اور بے ایمان ہندوؤں کے ہاتھوں کس نے ذلیل کرایا۔ ۵۳ء میں خالص مذہبی مطالبہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر شاہی مسجد لاہور خانہ خدا میں دس ہزار مسلمان شیدایان ختم نبوت کو کس کے حکم سے کس جرنیل نے جام شہادت نوش کرنے پر مجبور کر دیا۔ یہ سینہ کے وہ داغ ہیں جو قوم مغربی جمہوریت کے ہاتھوں سہہ چکی ہے۔ ٹھیک۔ ہے ڈنڈے کی حکومت کو اسلام نے پسند نہیں فرمایا۔ لیکن جس جمہوریت کی بنیاد کفر کے ان تین اصولوں پر ہو۔

الف: آخری فیصلہ اکثریت کا تسلیم کرنا چاہیے قرآن اور سنت اور اجماع امت سے کھلے طور پر متصادم کیوں نہ ہو۔

ب: اس کے با اختیار اسمبلیوں میں غیر مسلموں کو باضابطہ اعزاز و اختیار کے ساتھ شریک کیا جائے گا۔

ج: انتخاب سروں کے گننے سے ہوگا نہ کہ تولنے سے...... اسے موجودہ مشکلات کا علاج سمجھنا بھی دین و دانش کی کھلی مخالفت ہے۔ کسی مولوی ملا کی نہیں۔

ملک کے مشہور دانشور کا فرمان ہے کہ:

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو
کہ از مغز دو صد خر فکر یک انسان نمی آید

بارش سے جبکہ اس میں سر پر اولے بھی پڑیں ضرور بھاگیں لیکن بھاگ کر پرنالہ کے نیچے کھڑے ہو کر خوش ہونے لگیں کہ ہم بچ گئے۔ آزمودہ آزمودن ہے۔ جسے کوئی بھی عقلمند پسند نہیں کرسکتا۔ علاج صرف اور صرف یہی ہے کہ ترکت املات والعزی جمیعا۔ یعنی لات ومنات سب کو چھوڑ کر جس ملک کو لاکھوں قربانیاں دے کر اسلام قائم کرنے کے ہزار وعدوں سے حاصل کیا گیا ہے۔ اس میں اسلامی نظام حکومت قائم کرنے کے لئے ہر فرد ہر تحریک اور ہر جماعت اپنی تمام طاقتیں اس مطالبہ پر صرف کرنے لگ جائیں کہ

الف: قرآن وسنت اور اجماع امت کے عین مطابق نظریہ اسلام کا منکر کوئی بھی غیر مسلم اس ملک کا ھیئۃ حاکمہ (با اختیار اسمبلیوں) میں شریک نہ کیا جائے۔

(ب) انتخاب ارباب حل وعقد علم و دانش رکھنے والوں کے ذریعہ ہو۔

(ج) قرآن وسنت کے خلاف کوئی بھی دستور اور کوئی بھی قانون نافذ نہ کیا جاسکے۔

دولت پرستوں' سیاست پرستوں اور عقل پرستوں سے کیا شکوہ آخر اسلام کے نام سے قوم کو دعوت دینے والوں بالخصوص علمائے دین کو کیا ہوگیا کہ ہر ایرے غیرے کے ہر نعرہ کو تو اڑاتے پھرتے ہیں۔ لیکن۔ ان الحکم الا للہ اور لاتتخذوا بطانة من دونکم لایالونکم خبالاً اور افغیر اللہ ابتغی حکما۔ اور وان تطع اکثر من فی الارض ایضلوك عن سبیل اللہ جیسے نصوص کثیرہ پر اتحاد کرنے کی دعوت دینے سے کتراتے ہیں۔ اسلامی نظام کے ان بنیادی نقاط پر منقار زیر لب رہنا ہی علمائے حق کا وہ جرم ہے جس سے پورا ملک اور خود وہ اور دینی مدارس اور دین و مذہب کے ہر قسم کے ادارے اور جماعتیں روز افزوں عذاب الیم میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ جب تک اس خاموشی کو توڑا نہیں جائے گا۔ عادت اللہ کے مطابق عذاب باقی رہے گا۔

والسلام
ناکارہ عبدالکریم غفرلہٗ
نجم المدارس کلاچی

ادارة القرآن کراچی کی چند جدید اور مفید اہم عربی، اردو مطبوعات

شرح الزیادات للامام محمد
شرح للعلامة قاضی خانؒ
تحقیق دکتور قاسم اشرف نور
ظاہر الروایۃ کی اہم کتاب، پہلی اشاعت قاضی خان کی شرح کے ساتھ جسمیں ہر باب کے شروع میں اصول بیان کر کے کتاب کے مسائل متفرع کئے گئے ہیں
۲ جلد قیمت=/2495

الفقہ الحنفی وادلتہ
(من القرآن والحدیث)
شیخ اسعد محمد سعید صاغرجی
اس کتاب میں ابواب فقہ کو نئے اسلوب سے مدلل پیش کیا گیا ہے
۳ جلد قیمت=/880

جمع الفوائد
من جامع الاصول ومجمع الزوائد
للعلامۃ محمد بن سلیمان المغربی ۱۰۹۴ھ
مع تخریج احادیث: اعذب الموارد چودہ امہات کتب حدیث کا مجموعہ جسمیں تکرار اور طویل اسناد کو نکال کر احادیث کا سب سے جامع انسائیکلو پیڈیا بنادیا گیا
۴ جلد قیمت=/1180

مجموعہ رسائل لکھنویؒ
علامہ عبدالحئی لکھنویؒ
مختلف علمی موضوعات پر نادر و نایاب ۴۷ رسائل کے مجموعہ کی پہلی اشاعت
۲ جلد قیمت=/2180

شرح الحموی
علی الاشباہ والنظائر لابن نجیم
(غمز عیون البصائر)
نئی کمپوزنگ اور تصحیح شدہ اشاعت
۳ جلد قیمت=/880

إعلاء السنن
تالیف: مولانا ظفر احمد عثمانیؒ
زیر نگرانی حضرت تھانویؒ
تمام ابواب فقہ سے متعلق احناف کے مستدلات پر مشتمل ۶۲۱۰ احادیث احکام کا مجموعہ ۲۲ اجزاء مع الفہارس و ترقیم الاحادیث
اعلیٰ=/6800
۱۸ جلد عام=/5800

انوار المحمود
شرح سنن ابی داود
تقاریر حضرت شیخ الہند و حضرت کشمیریؒ و حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری و حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی
۲ جلد قیمت=/660

شرح الطیبی
علی مشکوۃ المصابیح
عالم اسلام میں پہلی اشاعت مع الفہارس
۱۲ جلد قیمت=/2980

جامع احادیث الاحکام
متن اعلاء السنن ۱۸ اجزاء ۲ جلد
علامہ ظفر احمد عثمانیؒ
پہلی بار نئی کمپوزنگ اور تصحیح شدہ طباعت
۲ جلد قیمت=/896

وقف املاک کے شرعی احکام
ترتیب
حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی
قیمت=/220

جدید تجارتی شکلیں
ترتیب
حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی
قیمت=/225

حج و عمرہ
کے جدید مسائل اور انکا حل
ترتیب
حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی
قیمت=/220

شیئرز اور کمپنی
تعارف، طریقۂ کار اور شرعی احکام
ترتیب
حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی
قیمت=/220

لڑکے اور لڑکیوں کے نکاح کا اختیار
ولایت نکاح کا تعارف، اسکی حدود اور شرعی احکام
حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی
قیمت=/225

اللہ کا خطاب
(اہل ایمان سے)
ابوبکر جابر جزائری
قرآن مجید میں یاایہا الذین آمنو کے خطاب سے شروع ہونے والی ۹۰ آیات کی تفسیر و تشریح
قیمت=/150

آپ کے مسائل اور انکے حل کیلئے
سوال و جواب
مولانا قاری عبدالباسط
پیش لفظ۔ حضرت مولانا محمد تقی عثمانی
۲ جلد قیمت=/330

اشرف المکتوبات
بنام حضرت تھانویؒ
و دیگر اکابرین مع جوابات
از ڈاکٹر عبدالحئی عارفیؒ
قیمت=/135

جدید فقہی مباحث
مولانا مجاہد الاسلام قاسمی
جدید اسلامی معیشت و تجارت و دیگر اہم موضوعات پر انتہائی قیمتی مباحث
۱ تا ۱۷ جلد=/3300
۱ تا ۱۱ جلد=/2145
۷ تا ۱۱ جلد=/1170
۱۲ تا ۱۷ جلد=/1170

طشت جواہر
(علوم و معارف کا خزینہ)
جناب نثار احمد خان فتحی
قیمت=/150

ادارة القرآن
437/D گارڈن ایسٹ لسبیلہ کراچی
فون: 7216488 فیکس 7223688
برانچ آفس اردو بازار کراچی 2629157
برانچ آفس: اسٹریٹ نمبر H-8/1،3 نزد الشفاء انٹرنیشنل ہسپتال اسلام آباد فون 4443488
E-Mail: quran@digicom.net.pk

قیمت	نام کتاب
	ادارة القرآن کی دیگر اہم کتب
1496/	احکام القرآن تھانوی ۵ جلد
596/	الاشباہ والنظائر ۲ جلد، ابن ملقن محقق
340/	اعلام الاعلام بمفہوم الدین والاسلام۔ ولی اللہ
240/	تبییض الصحیفہ بمناقب امام ابوحنیفہ۔ امام سیوطیؒ
340/	الجامع الصغیر مع شرح النافع الکبیر۔ امام محمد الشیبانی
896/	جامع احادیث الاحکام، متن اعلاء السنن ۲ جلد
596/	الدیباج شرح صحیح مسلم ۲ جلد۔ امام سیوطیؒ
132/	الرد علی سیر الاوزاعی۔ امام یوسفؒ
395/	شرح العینی علی الکنز مع شرح الطائی ۲ جلد
280/	شرح مقامات الحریری للشریشی
220/	شرح شرح المنار فی اصول الفقہ۔ لابن عابدین الشامی
296/	غنیۃ الناسک فی بغیۃ المناسک طبعہ جدیدۃ
1680/	الفتاوی التاتارخانیہ ۵ جلد، اندرونی
135/	فقہا مشکلات، بحث فقہیہ مکررہ۔ مجاہد الاسلام قاسمی
580/	قرۃ الانظار بجمع ردالمحتار (فہرس فتاوی شامی)
296/	الفہرس الموضوعی لآیات القرآن الکریم
280/	الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ (طبعہ جدیدۃ) لکھنوی
220/	فہارس اعلاء السنن (الفہارس الموضوعیہ)
296/	القاموس الفقہی (لغۃ واصطلاحا)
340/	قواعد فی علوم الحدیث ظفر احمد عثمانی
280/	کتاب السیر والخراج والعشر۔ امام محمد الشیبانی
120/	کتاب الآثار مع الایثار ابن حجر۔ امام محمد الشیبانی
496/	کشف الحقائق شرح کنز الدقائق ۲ جلد
	کنز الدقائق مع حاشیہ اعزازیہ پہلی کمپیوٹر طباعت
996/	الکوکب الدری علی جامع الترمذی ۳ جلد۔ گنگوہی
1180/	مجموعہ رسائل کشمیری ۳ جلد اول طبع کامل
340/	المدخل الی دراسۃ علم الکلام لحسن الشافعی
340/	معجم لغۃ الفقہاء (عربی، انگریزی)
375/	مکانۃ الامام ابوحنیفہ بین المحدثین
340/	مناسک ملا علی قاری مع ارشاد الساری
3980/	مصنف عبدالرزاق ۱۲ جلد مع فہرست
180/	النکت الطریفہ فی التحدث عن ردود ابن ابی شیبہ
1880/	الہدایہ حاشیہ عبدالحئی لکھنویؒ ۴ جلد
	اردو / انگریزی کتب
81/	پیغمبر اسلام حضرت عیسیٰؑ JESUS
81/	حجیت حدیث مولانا تقی عثمانی (The Autharity of Sunnah)
165/	SHAMAA-IL TIRMIDHI (شمائل ترمذی)
150/	BIBLE QURAN & SCIENCE (بائبل قرآن اور سائنس)
135/	"Life Example of P.U.H" (اسوۂ رسول اکرم ﷺ)
105/	احکام میت (The Islamic Way in Death)
75/	اجتماعی ختم قرآن کی شرعی حیثیت، مولانا یعقوب اسماعیل
90/	احکام و آداب طہارت، وضو، نماز
165/	اسلامی عدالت۔ مولانا مجاہد الاسلام قاسمی
135/	اشرف المکتوبات بنام حضرت تھانوی مع جوابات
81/	اہم فقہی فیصلے (جدید ایڈیشن) مجاہد الاسلام قاسمی
150/	برطانوی قوانین فروغ جرائم کے ذمہ دار ہیں
135/	بنیادی فقہی احکام (اردو ترجمہ تسہیل الضروری جلد۱)
150/	بائبل قرآن سائنس اردو جدید۔ ثناء الحق صدیقی
81/	تعلیم سیرت۔ مولانا حبیب اللہ قاسمی
120/	تلخیص حجۃ اللہ البالغہ۔ سید رضی الدینؒ
396/	تحفہ افواج اسلام ۲ جلد۔ قاری فیوض الرحمن
120/	جواہر حکیم الامت۔ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی
165/	جو تم مسکراؤ تو سب مسکرائیں۔ سید رضی الدینؒ
75/	دل کی دنیا۔ حضرت مفتی محمد شفیع
696/	درس ترمذی ۳ ج۔ تقاریر مولانا تقی عثمانی ترتیب رشید اشرف
165/	دور نبوی کا نظام حکومت (علامہ کتانیؒ)
90/	درود شریف کے فضائل و آداب (قول بدیع)
135/	رہنمائے سعادت تلخیص کیمیائے سعادت
135/	زکوٰۃ اور مسئلہ تملیک۔ مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ
120/	نبیوں کی سچی کہانیاں۔ حضرت سید رضی الدینؒ
195/	طبی اخلاقیات۔ مجاہد الاسلام قاسمی
99/	کیا آپ موت کیلئے تیار ہیں۔ نثار احمد خان فتحی
195/	متاع نور (سوانح حضرت مولانا نور احمدؒ)

ناشران قرآن مجید و اسلامی، عربی، اردو، انگریزی کتب مرکز مطبوعات پاکستان، بیروت و بلاد عربیہ، تفسیر، حدیث، فقہ، اسلامی قانون، تاریخ اسلام، تصوف، لغت، اعلیٰ معیاری عربی، اردو، انگریزی، فارسی کمپیوٹر کمپوزنگ ☆ پیشگی ادائیگی کی صورت میں بذریعہ پارسل پاکستان میں دستیاب کتب کی اندرون و بیرون ملک ترسیل کا انتظام ہے۔

مرچ مسالے دار مرغّن غذا

نظامِ ہضم کی خرابی کا باعث بن سکتی ہے

نئی کارمینا لیجیے، یہ آپ کو بدہضمی، قبض، گیس، سینے کی جلن اور تیزابیت سے محفوظ رکھے گی۔

نئی کارمینا

ہاضم ٹکیاں، ہر گھر کی اہم ضرورت

ہمدرد

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:

www.hamdard.com.pk

مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔

آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعاتِ ہمدرد خریدتے ہیں۔ جائز منافع [illegible] قومی شہرِ علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔

Adarts-CAR-1/2000

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی و دینی ہمہ گیر خدمات سے بحمداللہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک و بیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تاقیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جو کہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف سوا کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیر اثر حلقہ احباب واہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجرکم علی اللہ۔**

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یوبی ایل اکوڑہ خٹک 7 -01 نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 5 - 17

مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 721

Email: haqqania@nsr.pol.com.pk OR haqqania@hotmail.com

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

قربانی کی کھالوں کا بہترین مصرف

جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

صدقہ جاریہ میں شامل ہوکر تاقیامت ثواب دارین حاصل کریں

اپیل

جامعہ میں زیر تعلیم ڈھائی ہزار طلباء کی دینی تعلیم وتربیت میں حصہ لینے کیلئے چرمہائے قربانی یا انکی قیمت، صدقات وعطیات وغیرہ سے تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ ان مہمانانِ رسول ﷺ کی خدمت اور نصرت آپ کیلئے صدقہ جاریہ بنے گی جو قیامت تک علم دین کی شکل میں جاری وساری رہے گی۔ ملک بھر کی معروف اور قدیم دینی درسگاہ جامعہ حقانیہ نے امسال بھی قربانی کا معقول انتظام کیا ہے۔ نقدی یا جانور کی صورت میں قربانی کے اس عظیم فریضہ کی ادائیگی کیلئے جامعہ حقانیہ کے دفتر سے رجوع فرمائیں۔ خواہشمند حضرات سے درخواست ہے کہ پہل فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

فون نمبر: 630341 - 630435 (0923) فیکس نمبر: 630922 (0923)
ای میل ایڈریس: haqqania@nsr.pol.com.pk OR haqqania@hotmail.com

الداعی الی الخیر | (مولانا) سمیع الحق مہتمم جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک